نفس کے ناسور

سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

تصنیفِ لطیف:

نفس کے ناسور
تصنیفِ لطیف
سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

سلطان الفقر پبلیکیشنز

نفس کے ناسور

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمن مدظلہ الاقدس

نام کتاب: **نفس کے ناسور**

تصنیفِ لطیف: سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر: سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

بارِ اوّل: مئی 2015ء

بارِ دوم: ستمبر 2018ء

بارِ سوم: مئی 2024ء (ترامیم و اضافہ کے ساتھ)

تعداد: 500

ISBN: 978-969-2220-53-8

سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

مسجدِ زہراؓ و خانقاہ سلطان العاشقین

رنگیل پور شریف براستہ سندر اڈہ ملتان روڈ لاہور، پوسٹل کوڈ 53720

Ph: 0323-5436600, 0322-4722766

www.sultan-ul-ashiqeen.com www.sultan-bahoo.com

www.sultan-ul-ashiqeen.pk www.sultan-bahoo.pk

www.sultan-ul-faqr-publications.com

Email:sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نفس

نفس اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب درمیان سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔ یہ حالت ''قلبِ سلیم'' کی منزل یعنی ''نفسِ مطمئنہ'' پر پہنچ کر حاصل ہوتی ہے۔ دیدارِ الٰہی کی اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہوا و ہوس یعنی ''نفس کے ناسور'' یا نفس کی بیماریوں، جن کو عام طور پر ''روحانی امراض یا بیماریاں''، ''قلبی یا باطنی امراض یا بیماریاں'' بھی کہا جاتا ہے، سے نجات بہت ضروری ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور اولیا کرام کی تعلیمات کے مطابق ظاہری عبادات سے ان بیماریوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان ان بیماریوں کے جال میں بُری طرح گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظاہری بیماریوں کے علاج کے لیے ہم کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کتابیں پڑھ کر ہم اُن کا علاج نہیں کر سکتے اسی طرح اِن روحانی یا باطنی یا قلبی یا نفسانی بیماریوں کے علاج کے لیے ہمیں کسی طبیبِ کامل (مرشدِ کامل) کی ضرورت ہوتی ہے اور مرشد بھی وہ جو ''صاحبِ مسمّٰی اسم اللہ ذات'' ہو۔ جب طالب ایسے مرشد کی صحبت میں ذکر و تصورِ اسم اللہ ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ کرتا ہے تو اُس کی یہ تمام بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ باطنی طور پر اِن امراض سے پاک ہو کر مشاہدۂ حق تعالیٰ کے لائق ہو جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ان بیماریوں کا علاج صرف اور صرف ''ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات'' ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے مرشدِ کامل سے حاصل ہوا ہو جو صاحبِ مسمّٰی اسمِ اللہ ذات ہو۔ ایسا مرشد

طبیبِ اعظم ہوتا ہے اور ان قلبی نفسی بیماریوں کا ماہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرشد طبیب (ڈاکٹر) کی مثل ہوتا ہے اور طالب مریض کی مثل۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اُسے تلخ و شیریں دوائیں دیتا ہے اور مریض پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ دوائیں کھائے تا کہ صحت یاب ہو سکے۔ (عین الفقر)

ہوا و ہوس

ہوا کے معنی ''خواہش'' اور ہوس کے معنی ''شہوت'' کے ہیں۔ خواہشاتِ نفس اور شہوات کو ہوا و ہوس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس دنیا میں ہر کوئی خواہشات اور شہوات کا اسیر ہے۔ کوئی رزق میں فراخی چاہتا ہے، کوئی حسین عورت چاہتا ہے، کوئی اولاد چاہتا ہے، کوئی مال و دولت اور جائیداد میں اضافہ کا طلب گار ہے، کوئی عہدہ، عزّ و جاہ اور شہرت چاہتا ہے اور اگر کوئی راہِ فقر کا مسافر ہے تو اپنی مرضی کے مطابق اس راہ پر چلنا چاہتا ہے۔ اگر خواہشات یا شہوات شریعت کی حد سے تجاوز کر جائیں تو گناہ کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔ راہِ فقر میں جب یہ خواہشاتِ نفس اور شہوات یا ان میں سے کوئی ایک خواہش بھی دل کے اندر ٹھہر جائے اور انسان ہر لمحہ اس خواہشِ نفس یا شہوت کے بارے میں ہی غور و فکر (تفکر) کرتا رہے اور اسی کو پورا کرنے میں مصروفِ عمل ہو جائے تو یہ خواہش اور شہوت اس کا معبود بن جاتی ہے۔ ایسی خواہشات اور شہوات یعنی ہوا و ہوس سے نجات حاصل کرنا ''تزکیہ نفس'' کہلاتا ہے۔

شہوات

خواہشات اور شہوات کی کثرت انسان کے لیے موجبِ تباہی ہے۔ ہر بربادی کی بنیاد کسی نہ کسی شہوت یا حد سے بڑھی ہوئی خواہش پر ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''دنیا کی چھ چیزیں ہیں: کھانے کی، پینے کی، پہننے کی، سوار ہونے کی، شادی کرنے کی اور سونگھنے کی۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے اور وہ مکھی کا لعاب ہے۔ پینے کی سب سے عمدہ چیز پانی ہے اور اس میں سب اچھے بُرے شریک ہیں۔ پہننے کی سب سے عمدہ چیز ریشم ہے اور وہ ایک کیڑے کا اپنے لعاب سے بُنا ہوا ہے۔ سب سے بہتر سواری گھوڑے کی ہے اور اسی پر انسان کو قتل کیا جاتا ہے۔ شادی کے لیے عورت عمدہ چیز ہے، مگر محلِ مباشرت کے سوا کچھ نہیں۔ عورت کی سب سے عمدہ چیز (چہرے) کو سنوارا اور سب سے بُری چیز (فرج) کو چاہا جاتا ہے۔ سونگھنے والی چیزوں میں مشک سب سے عمدہ ہوتا ہے اور یہ خون ہوتا ہے۔ بس سمجھ لو دنیا اور اس کی چیزوں کی حقیقت کیا ہے۔'' (احیاء العلوم جلد سوم)

اب ہم خواہشاتِ نفس اور شہوات کی اقسام اور ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

شہوتِ معدہ

سب سے پہلی شہوت، شہوتِ معدہ یعنی کھانے پینے کی شہوت ہے اور اولادِ آدم کا سب سے مہلک مرض یہی ہے۔ یہی مرض ہے جو نکلواتا ہے آدم کو جنت سے اور یہی مرض تمام شہوات وخواہشات کا منبع ہے۔ اگر اس پر قابو پا لیا جائے تو دیگر شہوات سے بھی جلد نجات حاصل ہو جاتی ہے اور تزکیۂ نفس کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معدہ بدن کے لیے ایک حوض کی حیثیت رکھتا ہے جس سے رگیں نکل کر سات اطراف کو جاتی ہیں، وہ سات نہروں کی مانند ہیں اور تمام خواہشات کا منبع بھی معدہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر جنت سے نکالا گیا تو اسی شہوت کی وجہ سے۔ پیٹ کی شہوت دوسری تمام شہوات اور خواہشات کی جڑ ہے۔ جب پیٹ کی شہوت پوری ہو جاتی ہے یعنی پیٹ بھر جاتا ہے تو عورت کی شہوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی کی طلب ہوتی ہے کہ بہت سی عورتیں ہوں جن سے صحبت کروں۔ معاملہ یہیں پر نہیں رکتا کیونکہ آدمی کھانے اور جماع کی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتا جب تک مال نہ ہو، تو اسی سبب سے مال کی حرص پیدا ہوتی ہے اور مال سوائے جاہ وحشمت اور کاروبار کے حاصل نہیں ہوتا اور اس کے لیے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑتا ہے تو یہیں سے غصہ، حسد، تکبر، ریا، بغض، کینہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ معدہ کا انسان پر حاوی ہونا تمام گناہوں کی اصل ہے اور معدہ کو زیر کرنا تمام نیکیوں کی اصل ہے۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

شہوتِ معدہ کے تین درجات ہیں: اعتدال، تفریط، افراط۔ اعتدال یہ ہے کہ انسان زندہ رہنے کے لیے کھائے نہ کہ کھانے کے لیے زندہ رہے۔ بھوک رکھ کر کھانا کھائے اور صرف اتنا کھائے کہ ضعف نہ آئے اور زندگی کے کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

مَا مَلَاَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ اِبْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ فَاِنْ کَانَ لَا مَحَالَۃَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِہٖ وَ ثُلُثٌ لِشَرَابِہٖ وَ ثُلُثٌ لِنَفْسِہٖ (جامع ترمذی 2380)

ترجمہ: کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بڑا کوئی برتن پُر نہیں کیا۔ اسے چند لقمے کافی تھے جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔ اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے باقی رکھے۔

حدیثِ قدسی ہے ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر کہ جس نے دنیا میں کھانا پینا کم کر دیا ہو، فرشتوں کے

سامنے فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ میں نے اس کو دنیا میں وافر کھانے پینے کو دیا لیکن اس نے صبر کیا اور اس کو ترک کر دیا۔ تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑے گا اس کے بدلے جنت میں درجات عطا کروں گا۔''

تفریط یہ ہے کہ ہر وقت لذیذ اور اعلیٰ قسم کے کھانوں کی طلب میں رہے اور کھانے کے وقت اتنا پیٹ بھر کر کھائے کہ کھا کر اٹھنا مشکل ہو جائے اس طرح عبادات اور راہِ حق میں رکاوٹ ہو۔ افراط یہ ہے کہ اس کی سوچ کا محور اور زندگی کا مقصد ہی کھانا پینا ہو، ہر لمحے کھانے پینے یا اس کے بارے میں تفکر میں مصروف رہتا ہو، کھانے کے لیے ہی کمائے اور دیگر ضروریات پسِ پشت ڈال کر تمام آمدن اچھا کھانے پر لگا دے یعنی صرف کھانا ہی اس کی زندگی ہو۔

احادیثِ مبارکہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کو موٹا عالم پسند نہیں اس لیے کہ موٹا پن غفلت اور کثرتِ غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق میں اچھا نہیں۔
- قلب کو نہ مٹاؤ اس لیے کہ قلب کھیتی (فصل) کی طرح ہے اور پانی (کھانا) زیادہ ہونے سے وہ مٹ جاتی ہے۔
- شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، اس کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو۔
- جو شخص ایک روٹی پر قناعت کرے گا وہ تمام شہوات سے قناعت کر لے گا۔
- مرتبہ کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ انسان افضل ہوگا جو دنیا میں کم کھائے اور اللہ کے بارے میں تفکر زیادہ کرے اور قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں مغضوب ترین انسان وہ ہوگا جو زیادہ کھاتا پیتا ہوگا۔
- جو سیر شکم یعنی پیٹ بھر کر سوئے اس کا دل سخت ہو جائے گا۔

- فکر (تفکر) نصف عبادت ہے اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔
- اون (سادہ لباس) پہنو، تیار رہو (موت کے لیے) اور آدھے پیٹ تک کھاؤ۔
- اللہ تعالیٰ اس عالم سے جو پیٹ بھر بھر کر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے۔
- پیٹ بھر کر کھانے سے برص پیدا ہوتا ہے۔
- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''کیا تجھے اس دنیا کی حقیقت دکھلاؤں؟'' میں نے عرض کی ''جی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لے گئے جہاں کوڑا پڑا تھا۔ اس میں گندگی، چیتھڑے اور انسان کے سر کی بوسیدہ ہڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے ابو ہریرہؓ! یہ سر بھی تمہارے سروں کی طرح حریص تھے اور ان میں تمہاری طرح بہت سی آرزوئیں تھیں مگر آج یہ خالی ہڈیاں بن چکی ہیں جن پر کھال نہیں رہی اور عنقریب یہ مٹی ہو جائیں گے۔ اور یہ گندگی ان کھانوں کے رنگ ہیں جنہیں انہوں نے کما کما کر کھایا، آج لوگ ان سے منہ پھیر کر گزرتے ہیں۔ اور یہ پرانے چیتھڑے جو کبھی ان کے ملبوسات تھے آج ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔ اور یہ ان کی سواریوں کی ہڈیاں ہیں جن پر سوار ہو کر وہ شہروں شہروں گھوما کرتے تھے۔ جو دنیا کے انجام پر رونا پسند کرتا ہوا سے ضرور رونا چاہیے۔'' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ''پھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت روئے۔''

- حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ''آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے جو پیٹ بھر کر کھائے۔''
- حضرت عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''علم و حکمت بھوک میں ہے اور معصیت اور جہالت پیٹ بھر کر کھانے میں ہے۔''

شہوتِ جماع شہوتِ غذا سے پیدا ہوتی ہے اور پھر اس سے دوسری خواہشات اور شہوات

جنم لیتی ہیں۔ کھانے کی شہوت کو حدِ اعتدال پر رکھ کر باقی شہوات کو کم یا اعتدال پر لایا جاسکتا ہے اور ایسا ہوتے ہی باطن کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

شہوتِ جماع

جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہوتِ جماع پیدا ہوتی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

- انسان پر شہوتِ جماع دو فائدوں کے لیے مسلط ہوئی۔ پہلا یہ کہ اس سے لذت حاصل کر کے جنت کی لذتوں کو یاد کرے کیونکہ یہ لذت اگر دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی ہوتی جس طرح کہ آگ تمام تکلیفوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ انسانوں کو سعادت اور جنت کی رغبت دلانا اور دوزخ سے ڈرانا لذت اور تکلیف محسوس کروائے بغیر ممکن نہیں مثلاً جب کوئی دنیا میں لذتِ جماع کو عمدہ پائے گا تو یقین کر لے گا کہ جنت کے لذائذ بھی اسی طرح کے ہوں گے اگرچہ وہ اس سے اعلیٰ ہوں گے۔ دوسرا فائدہ نسل کی بقا ہے۔ بظاہر یہ دو فائدے ہیں مگر اس میں آفات اتنی بڑی ہیں کہ آدمی اگر اس شہوت کو ضبطِ اعتدال میں نہ رکھے تو دین اور دنیا دونوں کو ضائع کر دے گا۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دورانِ خطبہ فرماتے سنا ''شراب گناہوں کو کثرت سے جمع کرنے والی اور عورتیں شیطان کا جال ہیں۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور فرمان ہے ''عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ اگر شہوت (جماع) نہ ہوتی تو عورتوں کا مردوں پر قبضہ نہ ہوتا۔'' (احیاء العلوم جلد سوم)

- حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''عورتیں شیاطین ہیں جو ہمیں گمراہ

کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔''

ان احادیث واقوال کی شرح یہ ہے کہ اگر عورت راہِ فقر میں رکاوٹ بنے اور بندے کو اللہ سے دور کر دے تو وہ شیطان ہے کیونکہ شیطان کا کہنا بھی ہے کہ عورت میرا ہتھیار ہے۔ جو عورت راہِ حق پر نہ صرف خود چلے بلکہ راہِ فقر میں مرد کی بھی معاون بنے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کرے وہ مومنہ ہے۔

ابوسلیمان درانیؒ فرماتے ہیں ''ابتدائے سلوک میں طالب کے لیے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ جو شخص ابتدائے سلوک میں نکاح کرتا ہے وہ دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ میں نے کسی مرید کو نہیں دیکھا کہ نکاح کے بعد اس کا پہلے جیسا حال رہا ہو۔ جو چیز اللہ سے دور کرے چاہے بیوی ہو یا مال یا اولاد اس کو منحوس سمجھنا چاہیے۔'' یعنی طالب جب تک کامل نہ ہو جائے اسے نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب دل و دماغ پر عورت چھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی جانب کا راستہ رک جاتا ہے۔

شہوتِ جماع کے بھی تین درجے ہیں۔ اعتدال، تفریط اور افراط۔

اعتدال یہ ہے کہ اپنی مالی اور جسمانی حالت کے مطابق اس کو حاصل کرے۔ شریعت نے اگرچہ چار نکاح کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ شرائط بھی رکھی ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی مالی اور جسمانی حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک سے زیادہ نکاح کرے۔ اگر صرف ایک بیوی کے اخراجات پورے اور حقوقِ زوجیت ادا کر سکتا ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کرے۔

تفریط یہ ہے کہ خواہشِ جماع یا عورت کی طلب دِل میں اتنی بڑھ جائے کہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنی مالی استطاعت اور جسمانی صحت کے برعکس زیادہ نکاح کر لے اور پھر نبھا نہ سکے بلکہ مزید پریشانیوں کا شکار ہو جائے۔

افراط یہ ہے کہ ہر وقت دل و دماغ پر عورت اور شہوتِ جماع سوار رہے حتیٰ کہ حلال کا راستہ چھوڑ کر حرام (زنا) کا راستہ اختیار کرے۔ زنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگو! زنا سے بچو کیونکہ زنا کے چھ وبال ہیں، تین دنیا میں نازل ہوتے ہیں اور تین آخرت میں نازل ہوں گے۔ دنیا کے تین وبال یہ ہیں:

1. خاندانی شرافت ختم ہو جاتی ہے۔ 2. رزق جاتا رہتا ہے۔ 3. دولت زائل ہو جاتی ہے۔

آخرت کے تین وبال یہ ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب۔ 2. حساب کتاب میں سختی۔ 3. دائمی عذاب۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں عقل رکھی، چوپایوں (جانوروں) کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں عقل و شہوت دونوں کو داخل کیا۔ جس شخص کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے وہ فرشتوں سے بھی اکمل و افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے وہ حیوان اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ''لوگو! زنا سے بچو اس میں نو وبال ہیں:

1۔ دین کی کمی 2۔ رزق کی کمی 3۔ عزیزوں سے جدا ہونے کا صدمہ 4۔ غم و غصہ 5۔ نسیان کا غلبہ 6۔ اہلِ ایمان کی ناراضگی 7۔ چہرے کی رونق کا زوال 8۔ دعا کا قبول نہ ہونا 9۔ عبادت کا رد ہونا۔''

شہوت کی آفتوں میں سے ایک آفت عورت و مرد کا عشق ہے جسے آج کل عشقِ حقیقی کے برابر قرار دے دیا گیا ہے اور اسے پاکیزہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خلافِ شریعت ہے اور اسی کے باعث بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اس شہوت کا منبع نظر ہے یعنی یہ بدنظری سے پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اگر ابتدا ہی میں احتیاط سے کام نہ لے تو سمجھ لو کہ اس کے شکنجے میں پھنس گیا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ آنکھ کو بچائے اور نظر کی حفاظت کرے۔ اگر کسی پر اتفاقاً نظر پڑ جائے تو دوسری مرتبہ اس کو روکنا چاہیے کیونکہ اگر نظر کو آزاد چھوڑ دیا تو پھر اس کو روکنا دشوار ہوگا۔ اس معاملہ میں نفس کی

مثال گھوڑے کی سی ہے کہ اگر وہ کسی غلط راہ کی طرف مڑ جائے تو فوراً لگام میں کھینچ کر اس کی باگ موڑنا آسان کام ہے لیکن اگر وہ لگام سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی دم پکڑ کر اس کو روکنا دشوار ہوگا۔ پس نگاہ کو قابو کرنا چاہیے کیونکہ نگاہ کا بھٹکنا بھی زنا ہی کی ایک قسم ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جسے زہر میں بجھایا گیا ہے۔ (المستدرک 7875)
- آنکھ بھی شرمگاہ کی طرح زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا نظر ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی نظر کو بچائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائے گا۔
- حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''آنکھ کا زنا (شہوت سے) نگاہ کرنا ہے اور زبان کا زنا (شہوت کی) باتیں کرنا ہے اور قلب کا زنا یہ ہے کہ وہ (شہوت سے) خواہش اور طلب کرتا ہے۔۔۔۔ (صحیح بخاری 6243)

ایک صحابیؓ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے۔ راستہ میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حسن کو انہوں نے غور سے دیکھا۔ جب وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا ''تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور زنا کے آثار اِن کی آنکھوں میں واضح ہیں۔'' وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی وحی نازل ہوتی ہے؟'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''نہیں، مگر نورِ بصیرت اور مومن کی فراست باقی ہے۔''

لواطت بھی زنا کی بدترین قسم ہے، قومِ لوط پر اسی وجہ سے عذاب نازل ہوا تھا۔

جس قدر شہوت غالب ہوگی اسی قدر اس کی مخالفت میں ثواب اور رتبہ زیادہ ہوگا۔ کوئی قوت اس شہوت سے بڑھ کر غالب نہیں، جو کوئی قلب میں اس سے جنگ کرتا ہے اور اس پر قابو پا لیتا ہے اللہ پاک کی بارگاہ میں ایسے انسان کا رتبہ بے حد اعلیٰ ہے۔

شہوتِ مال وزر

کھانے اور جماع کی شہوات کو پورا کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہے۔اس طرح ان سے تیسرا فتنہ شہوتِ مال پیدا ہوتی ہے، پھر مال کی محبت دل میں جاگزیں ہو کر اللہ کی محبت کو نکالنے کا سبب بنتی ہے اور انسان اللہ کو بھلا کر مال کمانے میں دن رات مصروف ہو جاتا ہے۔حرام حلال کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس سے لالچ اور طمع جنم لیتے ہیں۔دنیا کی کسی بھی چیز خصوصاً مال کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کو لالچ، طمع یا حرص کہا جاتا ہے۔اہل و عیال کی جائز ضروریات کو رزقِ حلال سے پورا کرنا لالچ، طمع یا حرص نہیں ہے بلکہ اس کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے لیکن شریعت نے مال و دولت حاصل کرنے کی ایک حد مقرر کی ہے۔اس حد کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کے ذکر اور یاد کو بھلا کر دل میں ہر وقت مال و دولت کو حاصل کرنے کی تراکیب سوچتے رہنا لالچ، طمع اور حرص میں شامل ہوگا۔لالچی شخص کسی بھی مقام پر مطمئن نہیں ہوتا، وہ ہر لحظہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے اسباب کے بارے میں تفکر کرتا رہتا ہے۔سورۃ المنافقون میں ہے:

◆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون۔9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دیں۔پس جو ایسا کرے گا وہی خسارے میں رہے گا۔

❖ حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ہر امت کے لیے آزمائش کی کوئی چیز ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔''

(جامع ترمذی 2336)

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا ''عنقریب تمہارے بعد ایک قوم آنے والی ہے جو دنیا کی خوش رنگ نعمتیں کھائیں گے، خوش قدم گھوڑوں پر سوار ہوں گے، حسین ترین اور خوبرو عورتوں سے نکاح کریں گے اور بہترین رنگوں والے کپڑے پہنیں گے لیکن ان کے پیٹ کبھی نہیں بھریں گے اور ان کے دل کثرتِ دولت پر بھی قناعت نہیں کریں گے۔ وہ صبح و شام دنیا کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کریں گے، اسے اپنا ربّ سمجھیں گے، اس کے کاموں میں مگن اور اسی کی پیروی پر گامزن رہیں گے۔ جو شخص ان لوگوں کے زمانہ کو پائے اسے محمدؐ بن عبداللہ کی وصیت ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے، بیماری میں ان کی عیادت نہ کرے، ان کے جنازوں میں شامل نہ ہو اور ان کے سرداروں کی عزت نہ کرے۔ جس شخص نے ایسا نہ کیا اس نے اسلام کو مٹانے میں ان سے تعاون کیا۔'' (المستدرک)

سلطان الفقر (دوم) حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''خدا کی قسم! جو مال وزر کو عزیز رکھے گا حق تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے گا۔''

مال کی کثرت انسان کو جاہ و حشمت یعنی شہرت اور رتبے کی خواہش میں مبتلا کرتی ہے۔

شہوتِ عزّ و جاہ

مال کی کثرت انسان میں ننگ و ناموس، عزّ و جاہ یا جاہ و حشمت اور شہرت کی شہوت یا خواہش پیدا کرتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بہت سے لوگ نیک نامی، جاہ و حشمت اور ثنائے خلق (لوگوں سے اپنی تعریف کروانا) کی طلب میں تباہ ہو گئے۔'' ننگ و ناموس، جاہ و حشمت اور عزّ و جاہ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی قوت، دولت، حسن، رتبے یا کسی بھی خوبی کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لے، ان کے دل اس کے رعب و دبدبے کے اسیر ہوں یعنی لوگوں پر اس کا تصرف ہو اور ہر جگہ اس کے چرچے ہوں۔

جب دل کسی کا تابع ہو جائے تو بدن اور مال بھی تابع ہو جاتے ہیں لیکن جب تک آدمی

کسی کے حق میں نیک اعتقاد نہ رکھتا ہواس وقت تک دل اس شخص کے تابع نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ نیک اعتقاد اُس کمال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اس شخص میں موجود ہو مثلاً علم یا عبادت کی کثرت، اعلیٰ اخلاق، قوت اور رتبہ یا کسی ایسی خوبی کے باعث جس کو لوگ اس شخص کا کمال اور بزرگی سمجھتے ہوں۔ پس جب دماغ اس کے کمال کا معترف ہو گیا تو دل بھی اس کا مسخر ہو گیا اور برضا و رغبت اس کا فرمانبردار بن گیا۔ جس طرح غلام اپنے آقا کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس صاحبِ عزّ و جاہ کا مطیع، مرید اور غلام بن کر رہتا ہے بلکہ غلام سے بڑھ کر غلام۔ غلام کی اطاعت تو جبر سے ہوا کرتی ہے لیکن اس کی اطاعت بخوشی ہوتی ہے۔ زبان سے اس کی تعریف کرتا ہے، اس کی خدمت بجا لاتا ہے اور اپنا مال اس پر قربان کرتا ہے۔

آدمی تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس ہر خوبی اور طاقت ہو، سارا جہان اس کا مسخّر اور فرمانبردار بن جائے اور اس کے تصرف اور ارادے کے تحت آجائے لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ تمام موجودات دو قسم پر منقسم ہیں، ایک قسم تو ان موجودات کی ہے جو آدمی کے تصرف سے باہر ہیں جیسے آسمان، ستارے، ملائکہ، شیاطین اور وہ تمام چیزیں جو زمین کے نیچے، دریاؤں کی گہرائی اور پہاڑوں کے اندر ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ علم کے زور سے ان سب پر غالب آجائے یعنی اگر یہ سب موجودات اس کی قدرت کے تصرف میں نہیں آتے تو کم از کم اس کے علم ہی کے تصرف میں آجائیں۔ اسی بنا پر وہ چاہتا ہے کہ آسمان و زمین اور بحر و بر کے سب عجائب اس کو معلوم ہو جائیں۔ یہ بھی غلبہ کی آرزو کی ایک قسم ہے۔

موجودات کی دوسری قسم جن میں آدمی تصرف کر سکتا ہے روئے زمین پر موجود چیزیں ہیں جیسے جمادات، نباتات اور حیوانات۔ آدمی چاہتا ہے کہ یہ سب چیزیں اس کی مِلک ہوں یعنی اس کے تصرف میں آجائیں تاکہ اس کو ان سب پر کمالِ قدرت اور غلبہ حاصل ہو اور یہ قدرت انسان کو

بغیر مال وجاہ کے میسر نہیں آسکتی۔ پس جاہ کی آرزو اور محبت کا باعثِ اصلی یہی ہے۔ طلبِ مال اور طلبِ جاہ وحشمت ہی تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ جب یہ خواہش کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو وہ قوم پوری دنیا کو جہنم بنا دیتی ہے۔

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ''مال وجاہ کی خواہش سے دل میں منافقت اس طرح پیدا ہوتی ہے جیسے پانی سے سبزہ اُگ آتا ہے۔'' (طبرانی)
- ایک اور ارشادِ مبارک ہے ''جب کسی قوم پر دنیا کی دولت وسیع ہوئی تو اس میں بغض و عداوت کا بیج ڈال دیا گیا۔''

حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ وحشمت اور طلبِ ننگ و ناموس بہت سی خواہشات اور قلبی امراض مثلاً حسد، غصہ، تکبر، عُجب، بُخل، بغض وکینہ، ریاکاری، فخر وغرور، غیبت، جھوٹ، لالچ، طمع، بدگمانی، تجسّس اور چغل خوری کو جنم دیتی ہے۔ اندازہ کریں کہ شہوتِ معدہ سے شہوتِ جماع نے جنم لیا، شہوتِ جماع سے حُبِّ مال و حُبِّ ننگ و ناموس اور اُن سے نفس کے تمام امراض نے جنم لیا۔ یہ خواہشات یا شہوات نہ صرف انسان کو ظاہر و باطن میں برباد کر دیتی ہیں بلکہ معاشرہ میں بھی بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا علاج تو زہد وریاضت ہے لیکن آج کل کے مصروف دور میں زہد وریاضت کا کسی کے پاس وقت نہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے علاج کے لیے ایک آسان اور زود اثر نسخہ تجویز کیا ہے بشرطیکہ وہ نسخہ کسی طبیبِ کامل (مرشدِ کامل) سے حاصل ہوا ہو۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ وہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور سونے سے بنے شاہانہ لباس پہنے، وہ حوادثِ دنیا سے امن پالے، معصیتِ شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوسہ اور خطرات نابود اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصور اسمِ اللہ ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر نقش کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا

اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

امراضِ نفس یا نفس کے ناسور

تکبر

کبر اور عظمت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور کبریائی اسی کو زیبا ہے۔ حدیثِ قدسی ہے:

- کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہمد ہے۔ جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی کھینچنے کی کوشش کرے گا میں اُسے جہنم میں جھونک دوں گا۔ (سنن ابوداؤد 4090)

تکبر یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور بڑا جاننا ایک نہایت ہی مذموم خصلت ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں سب سے بڑا ہے، اس کی ذات ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ اس کے برابر نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لیے کبریائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے۔ اس کی بارگاہ میں اس کی مرضی اور رضا کے بغیر کسی کا کوئی درجہ اور حیثیت نہیں۔ پروردگار ہر لحاظ سے کبیر ہے تو پھر انسان کا تکبر کرنا بے معنی ہے۔

شرعی لحاظ سے دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو برتر اور اعلیٰ تصور کرنا تکبر ہے کیونکہ مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب یکساں اور مساوی ہیں۔ تکبر شیطانی صفت ہے کیونکہ شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا، اسی بنا پر وہ لعین اور مردود ہوا۔ لہٰذا متکبر شخص اسی طرح دین اور دنیا میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے اور لوگوں کی طرف سے لعنت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- شہوت سے کیا گیا گناہ معاف ہوسکتا ہے مگر تکبر کی وجہ سے کیے گئے گناہ کی معافی نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کا گناہ شہوت کی وجہ سے اور ابلیس کا گناہ تکبر کی وجہ سے تھا۔ (اسرارِ قادری)

راہِ فقر میں طالبِ مولیٰ کے لیے اپنے آپ کو تکبر سے بچانا لازم ہے کیونکہ تکبر ختم ہوگا تو عاجزی وانکساری پیدا ہوگی جو راہِ فقر میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ عاجزی راہِ فقر میں آنے والی مشکلات وخطرات میں قلعہ بندی کا کام دیتی ہے۔ ہر طالبِ مولیٰ پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اندر سے تکبر وانانیت کے تمام قلعوں کا خاتمہ کر کے عاجز بنے۔

اللہ تعالیٰ نے تکبر کی بہت مذمت فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید میں بے شمار آیات تکبر کے بارے میں ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ابلیس کا تکبر

- وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٭ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورۃ البقرہ۔34)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

سورۃ الاعراف میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

- وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ

مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْھَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ط لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْھُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنْکُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف 18-11)

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا کیونکہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا تھا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو وہ کہنے لگا ''میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا ''یہاں سے نکل جا، تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر تکبر کرے کیونکہ اب تو ذلیلوں میں سے ہو گیا ہے۔'' اس پر ابلیس نے کہا ''اے اللہ! مجھے قیامت تک مہلت دے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے کہا جا تجھے مہلت ہے۔ پھر شیطان نے کہا ''تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے لہٰذا میں راہ میں بیٹھوں گا تاکہ جن کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے انہیں بھی سیدھی راہ سے ہٹا دوں لہٰذا میں انسانوں کو راہِ حق سے ہٹانے کے لیے ان کے آگے، ان کے پیچھے، ان کے دائیں، ان کے بائیں سے آؤں گا (ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے، میں اس کو اسی کمزوری سے پکڑوں گا) اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ناشکرا بنا دوں گا۔'' اس پر اللہ نے کہا ''یہاں سے نکل جا کیونکہ تو اندھا ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں ان لوگوں کو جو تیرے کہنے پر چلیں گے، جہنم میں پھینک دوں گا۔''

ایک اور مقام پر شیطان کے تکبر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

- فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ط اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ

الْعَالِيْنَ ○ (سورۃ ص 75-73)

ترجمہ: تمام فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کی بنا پر کافروں میں سے ہوگیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اے ابلیس! تجھے سجدہ کرنے سے کس بات نے منع کیا تھا کہ اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا مگر تجھ میں تکبر آ گیا کیونکہ تو تکبر کرنے والوں میں سے ہی تھا۔

اور یوں ابلیس کو تکبر نے اس کی تقریباً پچاس ہزار سالہ عبادات سے محروم کر دیا اور فرشتوں کے معلم کے عہدہ سے معزول کر کے راندۂ درگاہ بنا دیا۔

فرعون کا تکبر

فرعون کو بھی تکبر ہی نے برباد کیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ (سورۃ یونس۔75)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کو فرعون اور اس کے امرا کے پاس نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا کیونکہ وہ مجرم قوم تھے۔

فرعون اور اس کی قوم کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو انہوں نے تکبر کی بنا پر دعوت کو قبول نہ کیا۔ آخر ان کے تکبر نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

قومِ عاد کا تکبر

قومِ عاد نے بھی تکبر کیا جس کی بنا پر وہ عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ان کے متعلق فرمانِ

الٰہی ہے:

◆ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ (سورۃ حٰمٓ السجدہ 16-15)

ترجمہ: قومِ عاد نے زمین میں ناجائز تکبر کیا اور کہا کہ ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ہے، وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ پس ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی آندھی چلائی تاکہ وہ دنیا کی زندگی میں ذلیل کرنے والے عذاب کا مزا چکھ لیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ذلت آمیز ہے اور اُن کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

عبادت پر تکبر

عارفین اور فقرا کے نزدیک عبادت پر فخر کرنا، مغرور ہونا یا تکبر کرنا بہت بڑی بے وقوفی اور بھول ہے کیونکہ عبادت تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے، اس کی مرضی خواہ وہ قبول کرے یا ردّ کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ○ (سورۃ النساء۔172)

ترجمہ: جو کوئی اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے تمام لوگوں کو اپنی طرف جمع کرے گا۔

◆ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيۡنَ ۝ (سورۃ مومن۔60)

ترجمہ: اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں قبول کروں گا اور لوگوں میں سے وہ جو عبادت کی بنا پر تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ کے فرشتے عبادت پر تکبر نہیں کرتے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ۝ (سورۃ انبیاء۔19)

ترجمہ: جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت پر متکبّر نہیں ہوتے اور نہ ہی اکتاتے ہیں۔

شیخ مطرف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر میں ساری رات سوتا رہوں اور صبح کو ہراساں و پریشان اٹھوں تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ساری رات نماز پڑھوں اور صبح کو اس عبادت پر غرور کروں۔''

شیخ بشیر ابن منصور رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل نماز پڑھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی اس طویل نماز سے بہت تعجب میں ہے۔ جب آپؒ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص سے کہا ''میری اس لمبی نماز پر تعجب نہ کر۔ ابلیس نے برسوں عبادت کی اور تجھے معلوم ہے اس کا کیا انجام ہوا۔''

علم پر تکبر

اگرچہ اللہ کے ہاں کسی قسم کا تکبر بھی قابلِ قبول نہیں لیکن علم پر تکبر، تکبر کی بدترین قسم ہے کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے، اسی کی وجہ سے انسان حق کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ جان لے کہ شیطان کو سجدہِ آدمؑ سے لَا اَسۡجُدُ لِغَيۡرِ اللّٰهِ (اللہ کے سوا اور کسی کو سجدہ جائز نہیں) کے علم نے باز رکھا۔ یہی علم اُس کے لیے حجاب بنا اور وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو بیٹھا۔ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَرِ

ترجمہ: علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس فرمان سے مراد وہ علم ہے جس سے وجود میں کبر پیدا ہوتا ہے۔ کبر کے تین حروف ہیں ک، ب، ر۔ حرف 'ک' سے کرامت چلی جاتی ہے، حرف 'ب' سے برکت چلی جاتی ہے اور حرف 'ر' سے رحمت چلی جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

- متکبر آدمی شیطان کا مونس ومصاحب ہے چنانچہ شیطان دنیا بھر میں علم کا بہت بڑا عالم فاضل مشہور ہے۔ (محک الفقر کلاں)

حسب ونسب پر تکبر

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم (جلد سوم) میں تحریر کرتے ہیں:

- تکبر کی ایک قسم اعلیٰ حسب ونسب والے کا اپنے سے کم نسب والے کو حقیر اور کم تر تصور کرنا ہے خواہ وہ علم وعمل اور تقویٰ میں اس سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ نسب کا تکبر بعض لوگ اتنا زیادہ کرتے ہیں کہ جیسے دوسرے لوگ ان کے غلام ہیں، ان سے میل جول رکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ موقع بے موقع نسب کا یہ تفاخر ان کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں ''ان کی کیا اصل ہے؟ میں فلاں فلاں کا صاحبزادہ اور فلاں فلاں کا پوتا ہوں۔ ان جیسے کی کیا مجال کہ میرے سامنے بات بھی کر سکے یا میری طرف نگاہ بلند کر کے دیکھ سکے۔'' نسب پر تکبر نفس کے اندر چھپی ہوئی ایک ایسی بیماری ہے کہ تقریباً سب اعلیٰ نسب والے اس میں مبتلا ہوتے ہیں خواہ وہ نیک بخت اور عقلمند ہی کیوں نہ ہوں۔ حالتِ اعتدال میں تو اسے ظاہر نہیں کرتے مگر غصہ اور غضب کے غلبے کے وقت ان کا نورِ عقل تاریک ہو جاتا ہے اور ان سے یہ

بات ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ (احیاء العلوم)

مندرجہ ذیل حدیث شریف میں بھی اس عمل کی مذمت کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ''لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ دادا کے نام پر تکبر (فخر) کرنا چھوڑ دیں ورنہ خدا ان کو نجاست کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل کر دے گا۔'' (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

اس کے علاوہ اور بھی تکبر کی مختلف اقسام ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا رہا مثلاً رتبہ اور مرتبہ پر تکبر، حکومت پر تکبر، مال و دولت اور اولاد پر تکبر، اقتدار پر تکبر، حسن و صحت پر تکبر۔

تکبر کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہ کرنا

دینِ حق اور صراطِ مستقیم کو بعض لوگ، گروہ، فرقے، مسالک اور قومیں صرف دنیا کی کثرت، نفسانی خواہشات، انا اور تکبر کی بنا پر قبول نہیں کرتے اور دعوت دینے والوں کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۟ اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ وَ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ O (سورۃ الجاثیہ۔31)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا، کیا ان لوگوں کو ہماری آیات سنائی نہیں جاتی تھیں؟ اس کے باوجود انہوں نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم ہو۔

◆ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَہۡوٰۤی اَنۡفُسُکُمُ اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ ۚ فَفَرِیۡقًا کَذَّبۡتُمۡ ۫ وَ فَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ O (سورۃ البقرہ۔87)

ترجمہ: پھر جب کوئی رسول تمہارے پاس حق لایا جسے تمہارے نفس پسند نہ کرتے تھے تو تم نے تکبر

کیا، ایک گروہ نے انبیا کو جھٹلایا اور ایک گروہ قتل کر دیتا تھا۔

◆ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ (سورۃ النحل۔22)

ترجمہ: تمہارا معبود (اللہ) واحد ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر میں مبتلا ہیں۔

◆ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورۃ النساء۔173)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے پورا اجر ہے بلکہ اللہ کے فضل سے کچھ زیادہ ہی ملے گا مگر جنہوں نے انکار کیا اور تکبر کیا ان کے لیے عذابِ الیم ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی تکبر کی بہت مذمت کی گئی ہے:

- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''آدمی برابر اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے متکبرین میں لکھ لیا جاتا ہے اور پھر وہ انہی کے انجام تک پہنچ جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی)

- حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔'' (سنن ابن ماجہ 4173، جامع ترمذی 1999)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہمد گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔'' (صحیح بخاری 5788)

- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

’’جس شخص کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا خدا تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔‘‘ (بیہقی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ’’جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائے گا۔‘‘ (صحیح مسلم 266، سنن ابوداؤد 4091)

تکبر ایسی روحانی بیماری ہے کہ اگر یہ رائی کے دانہ کے برابر بھی قلب میں جاگزین ہو جائے تو کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے تکبر سے محفوظ رکھے۔ لیکن اس سے ملتی جلتی ایک اور قلبی بیماری فخر اور غرور ہے۔

فخر اور غرور

اللہ تعالیٰ نے فخر وغرور سے سختی سے منع کیا ہے اور اسے بہت ناپسند فرمایا ہے۔ اسلام میں تمام انسان برابر ہیں، کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اپنے حسب ونسب، اپنی قوم، اپنے قبیلہ، اپنی جماعت یا علم اور مال کی وجہ سے خود پر فخر کرنا درست نہیں۔ اپنے حسب ونسب، قبیلہ یا علم ومال پر فخر اور غرور کرنا معاشرے میں اونچ نیچ اور تعصب پیدا کرتا ہے، جس کی بنا پر لڑائی جھگڑے اور فتنے جنم لیتے ہیں۔

اہلِ فقر تو لوگوں میں اپنی ذات کو ظاہر کرنے کو بُرا سمجھتے ہیں چہ جائیکہ اس پر فخر کیا جائے کیونکہ فخر سے تکبر وگھمنڈ کے راستے کھلتے ہیں۔ اس لیے اہلِ فقر کے لیے اپنے نسب یا کسی بھی چیز پر فخر کرنا بے معنی ہے۔ وہ صرف فقر کو ہی قرابت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ طالبِ مولیٰ میں فخر کی بجائے جتنی عاجزی ہوگی اتنی جلدی فقر کی منازل آسان ہوں گی۔

فخر صرف اس صورت میں جائز ہے کہ دشمنانِ دینِ حق پر اپنی برتری، شان وشوکت اور طاقت کا اظہار کرنا مقصود ہو کیونکہ اس طرح کا فخر صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ سلف سے منقول ہے۔ لیکن اگر فخر نفسانیت کے تحت ہو تو تکبر کے قریب ہے اور مذموم ہے۔ عرفِ عام میں لوگ اسی مفہوم میں فخر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بالکل پسند نہیں کیا۔

قرآنِ مجید

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ O (سورۃ الحدید۔23)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

- اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا O (سورۃ النساء۔36)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

- ثُمَّ نَزَعْنٰھَا مِنْہُ اِنَّہٗ لَیَئُوْسٌ کَفُوْرٌ O وَلَئِنْ اَذَقْنٰہُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْہُ لَیَقُوْلَنَّ ذَھَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ O (سورۃ ھود 10-9)

ترجمہ: اگر ہم انسان کو دی ہوئی نعمت واپس لے لیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد اسے آسانی عطا کر دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھ سے سب سختیاں دور ہو گئیں۔ بیشک وہ خوشی میں فخر کرنے والا ہے۔

احادیث مبارکہ

- سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں میری اُمت میں زمانہ جاہلیت کی ہیں:

1. حسب و نسب میں فخر کرنا۔ 2. دوسروں کے نسب میں طعن کرنا۔ 3. بارش کو تاروں کی طرف منسوب کرنا۔ 4. میت پر نوحہ کرنا۔ (مسند احمد بن حنبلؒ 23292)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- تکبر اور فخر و غرور ورثہ شیطان و فرعون و قارون ہے اور عاجزی ورثہ انبیا و اولیا ہے۔
- سن! ابلیس نے کہا ''میں نے اطاعت کی۔'' آواز آئی ''میں نے تجھ پر لعنت کی۔''

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''مجھ سے غلطی ہوگئی۔'' آواز آئی ''میں نے معاف کر دی۔'' (عین الفقر)

- عذر کے ساتھ کیا گیا گناہ، عُجب کے ساتھ کی گئی عبادت سے بہتر ہے۔ (عین الفقر)

یاد رکھیں کہ فخر و غرور سے ظلم جنم لیتا ہے اور اکڑ (تکبر) پیدا ہوتی ہے انسان دوسروں پر طرح طرح کی زیادتیاں اور ظلم کرنے لگتا ہے اور آخر کار راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔

حسد

حسد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا کرے تو دوسرا شخص اس کا بُرا منائے اور اس نعمت کا زوال چاہے۔

حسد وجود میں آنے والی پہلی بیماری ہے جس کا اظہار سب سے پہلے آسمان پر شیطان لعین نے کیا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا کہ اُن کو ''خلافتِ الٰہیہ'' کیوں ملی، اسی وجہ سے سرکش ہوا اور نافرمان ہو کر سجدہ نہ کیا۔ پس راندۂ درگاہ ہوا اور فرشتوں کے استاد عزازیل کے درجے سے گر کر ابلیس اور شیطان لعین بن گیا اور پہلا حاسد کہلایا۔ زمین پر پہلا قتل یا گناہ بھی حسد کی وجہ سے ہوا۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اس کی وجہ حسد ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، جس پر چاہتا ہے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش کر دیتا ہے، اس کا رزق بے حساب کر دیتا ہے، فرمانبردار اولاد سے نوازتا ہے، بے مثال حسن عطا کر دیتا ہے، علمِ حق اس پر کھول دیتا ہے، سب سے بڑا انعام اپنا قرب عطا کرتا ہے اور دیدارِ الٰہی کی نعمت اس پر کھول دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، وہ جس پر چاہے کرے، اسے دل سے تسلیم کرنا ایمان ہے۔ دوسروں

پر اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر جلنا اور اعتراض کرنا کہ اسے یہ نعمت کیوں حاصل ہے؟ مجھے کیوں نہیں ملی؟ اگر مجھے نہیں ملی تو اس کے پاس بھی نہیں رہنی چاہیے، حسد کہلاتا ہے اور یہ رضائے الٰہی کے خلاف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عطا کرے اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اسے یہ نعمت نہ ملے کہاں کی دانش مندی ہے؟ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کھڑا ہونا ہے۔ حسد اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں کیونکہ یہ دوسری قلبی بیماریوں کا موجب بنتا ہے۔ اسی لیے اسے اسلام میں گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

حسد ایک ایسی باطنی بیماری ہے جو راہِ فقر کے سفر میں نہ صرف رکاوٹ پیدا کرتی ہے بلکہ بعض اوقات اس سفر کو ختم ہی کر دیتی ہے۔ راہِ فقر میں یہ بیماری خصوصاً اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی طالب دوسرے طالب سے سفر میں آگے نکل جائے یا مرشد کسی طالب کی طرف سے توجہ ہٹا کر نگاہِ محبت دوسرے طالب کی طرف کر لے۔ ایسے میں اگر پہلے طالب کے دل میں حسد پیدا ہو جائے تو وہ شیطان اور نفس کی گرفت میں آ کر خود ابلیس بن جاتا ہے۔ اس صورت میں مرشد بھی اس کے سر سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور وہ طالب جب تک توبہ نہ کرے شیطان کے پنجے میں گرفتار رہتا ہے۔ اگر کوئی راہِ فقر کا طالب بھی بنے اور ساتھ حسد بھی کرے تو یہ اس کے لیے بہت خطرناک ہے کیونکہ طالبِ مولیٰ تو رضائے الٰہی کا پابند ہوتا ہے اور رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے کا حسد سے کیا کام!

حسد ایسا خطرناک مرض ہے کہ بڑے بڑے جید علما بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ علما کی قدردانی اور عزت پر حسد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فقرا اور اولیا کرام تو دنیا کے مال و دولت اور عزّ و جاہِ دنیا پر لعنت بھیجتے ہیں اس لیے وہ کسی سے حسد نہیں کرتے بلکہ وہ ہر انسان کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ یہی صفت ان کو لوگوں میں ممتاز کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو عزت اور مرتبہ عطا کرتا ہے۔

حسد کی بجائے رشک کرنا بُری بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رکھی ہے تو اسے دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اللہ یہ مجھے بھی عطا فرمائے رشک کہلائے گا اور یہ کوئی بُرائی نہیں ہے۔ لیکن رشک اس وقت حسد میں تبدیل ہو جاتا ہے جب وہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت چھین لے اور مجھے عطا کر دے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس حسن ہے تو یہ خواہش کرنا کہ اس سے حسن چھن جائے اور مجھے مل جائے، اگر عزت ہے تو یہ خواہش کرنا کہ یہ ذلیل ہو جائے اور اس جیسی عزت مجھے مل جائے، اگر کسی کے پاس کوئی عہدہ ہے تو یہ خواہش رکھنا کہ یہ عہدہ مجھے مل جائے اور اس سے چھن جائے، اگر راہِ فقر میں کوئی طالب مرشد کے بہت قریب ہے اور مرشد اس سے محبت کرتا ہے تو یہ آرزو کرنا کہ مرشد مجھے اپنے قریب کر لے اور اُسے دور کر دے تو یہ تمام امور رشک کی بجائے حسد کے زمرے میں آتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں حسد کے بارے میں بہت وعید آئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (سورۃ البقرہ۔109)

ترجمہ: بہت سے اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر انکار کی طرف پھیر دیں، یہ صرف حسد کی بنا پر ہے حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

◆ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ النساء۔54)

ترجمہ: کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کر رکھی ہے! ہم نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑا ملک دیا۔

پہلے دو گناہ، ایک آسمان پر اور ایک زمین پر، حسد کی وجہ سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت عطا فرمائی تو ابلیس حسد کا شکار ہو گیا کہ جو فضیلت آدمؑ کو ملی ہے وہ مجھے ملنی چاہیے تھی کیونکہ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے، آگ چونکہ مٹی سے افضل ہے اس لیے افضلیت میرا حق تھا۔ اسی حسد کی وجہ سے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور لعین اور مردود ٹھہرا۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل 61-62)

ترجمہ: اور جب ہم نے آدمؑ کو سجدہ کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ کہنے لگا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ اس نے پھر کہا کہ یہ وہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو بہکاتا رہوں گا۔

ذرا غور کریں کہ ابلیس کا یہ حسد اب تک جاری ہے کیونکہ اس نے مہلت مانگی تھی کہ وہ قیامت تک آدم علیہ السلام کی اولاد سے دشمنی کرے گا اور اسے بہکاتا رہے گا۔ زمین پر پہلے گناہ کی بنیاد بھی حسد ہی تھا جب حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ۔ 27)

ترجمہ: اور انہیں آدمؑ کے بیٹوں کے حالات پڑھ کر سناؤ جب دونوں (ہابیل اور قابیل) نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک (ہابیل) کی (قربانی اللہ کی بارگاہ میں) قبول ہوئی اور ایک (قابیل) کی نہ

ہوئی تو (قابیل) کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کردوں گا تو اس (ہابیل) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ تقویٰ ہی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حواؑ کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا کیونکہ حضرت آدمؑ کی اولاد کے سوا اس وقت کوئی اور انسان روئے زمین پر موجود نہ تھا اس لیے نکاح ان کی اولاد کا ہی آپس میں ممکن تھا۔ البتہ ایک ہی حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا لڑکی آپس میں بہن بھائی ہوتے اور ان کا نکاح حرام تھا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدمؑ نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا نکاح اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، کرنا چاہا لیکن قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور اپنی ہی بہن اقلیما کا طلبگار رہا جو زیادہ خوبصورت تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے منع کر دیا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی جائے، جس کی قبول ہو وہ اقلیما سے نکاح کر لے۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی تو قابیل کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد کی آگ بھڑک اٹھی جس کا انجام ہابیل کا قتل ہوا یعنی انسانی قتل کی ابتدا بھی حسد کی وجہ سے ہوئی۔

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' (سنن ابوداؤد 4903)
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (صحیح بخاری 6076)
- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح

بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نماز مومن کا نور ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔'' (سنن ابن ماجہ 4210)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''قریب ہے کہ تنگ دستی کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آ جائے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح 5051)

اس حدیث کی شرح اس طرح ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہوگا جب لوگ تنگ دستی اور غریبی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑنے لگیں گے یا مسلمان حق کی طرف مائل نہیں ہوں گے اور اہلِ تقویٰ کی بجائے اہلِ دنیا کی عزت و تکریم کریں گے۔ حسد تقدیر پر اس طرح غالب آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رہا ہے تو یہ اس کی تقدیر ہے جو اٹل ہے لیکن حاسد یہ بات نہیں سمجھتا اور چاہتا ہے کہ وہ نعمت چھین لے۔ اس وجہ سے وہ بہت سے کفریہ کام بھی کرتا ہے جیسے آج کل جادو ٹونہ کی وبا پھیل گئی ہے، یہ سب حسد ہی کی وجہ سے ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حسد کی سخت مذمت فرمائی ہے:

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر اپنی کوئی نعمت پوری کرنا چاہے کر کے رہتا ہے خواہ حاسد کتنا ہی حسد کیوں نہ کریں۔''
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے ''حاسد کو تمہاری خوشی سے افسوس ہوتا ہے، یہی اس کے لیے کافی ہے یعنی تمہیں بدلہ لینے کی ضرورت نہیں وہ خود ہی اپنی آگ میں جلتا رہے گا۔''
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ حق سے زیادہ کسی کی تعریف چاپلوسی اور خوشامد ہے اور استحقاق سے کم عاجزی یا حسد۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک اور قول ہے ''جسم کی صحت کا انحصار حسد کی کمی پر ہے۔''

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- یاد رکھ کہ جن لوگوں کے دِل میں حسد نہیں وہ مطلق اہلِ بہشت ہیں اور جن کے دِل میں حسد ہے وہ اہلِ دوزخ سے بھی بدتر اہلِ زَرتُشت (آگ کی پرستش کرنے والے) ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

حاسد اپنا ہی دشمن

الغرض حاسد اپنے حسد کی وجہ سے خود ہی نقصان میں رہتا ہے۔ حاسد اگر اس حقیقت کو سمجھ جائے کہ دنیا و آخرت میں حسد اسی کے لیے نقصان دہ ہے اور جس سے وہ حسد کر رہا ہے اسے تو اس کے حسد سے فائدہ ہی فائدہ ہے تو وہ یقیناً حسد کرنا چھوڑ دے۔ حاسد کے لیے دنیاوی نقصان یہ ہے کہ وہ حسد کی وجہ سے ہمیشہ رنج و غم، عذاب و اضطراب اور بے چینی و بے قراری میں مبتلا رہتا ہے۔ اسے ایک لمحہ کے لیے بھی اس عذاب سے چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر لحظہ ہر لمحہ کوئی نہ کوئی نعمت کسی نہ کسی کو عطا کرتا رہتا ہے۔ جن سے وہ حسد کر رہا ہے اگر اُن کو رنج و غم میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے تو اس میں خود کو گرفتار پائے گا۔ غمِ حسد ایسا غم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہو سکتا۔ غضب یہ کہ اپنے آپ کو اپنے دشمن (جس سے حسد کیا جا رہا ہے) کی وجہ سے خود ہی عذاب میں مبتلا رکھا جائے جبکہ حسد کی وجہ سے اس کا کچھ بھی نہ بگڑ رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اس کے لیے مقدر کر دی ہے وہ تو خاص مدّت کے لیے ہے جس سے قبل اس نعمت میں تبدیلی یا کمی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس نعمت کا وجود تو تقدیرِ الٰہی کا مرہونِ منت ہے پھر تیرا حسد اس نعمت کو ختم یا کم کیسے کر سکتا ہے؟ غور کر اور اس بیماری کا علاج تلاش کر۔

عُجب (خود پسندی)

عُجب (خود پسندی) نفس کی ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کی تمام خوبیوں کو زائل کر دیتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمال اور خوبی پیدا کر رکھی ہے۔ کوئی علم میں، کوئی حسن میں، کوئی زہد و تقویٰ میں بڑا صاحبِ عظمت ہوتا ہے مگر جب کوئی اپنی خوبی اور کمال کو خود اس حد تک پسند کرے کہ اس کے مقابلے میں اسے دوسروں کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو یہ بیماری عُجب کہلاتی ہے۔ عُجب کا مطلب اپنے آپ پر اتنا فریفتہ ہونا ہے کہ اپنے سوا ہر شخص حقیر اور پست نظر آئے اور اپنے آپ کو ہی سب سے اعلیٰ تصور کرے۔ عُجب سے نفس میں خودنمائی کا جذبہ بڑھتا ہے جو بعد میں تکبر بن جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمی بدکار کس وقت ہوتا ہے؟ فرمایا ''جب اپنے آپ کو نیکوکار تصور کرے۔'' ایسا تصور کرنا بھی خود پسندی ہے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہلاکت و بربادی دو اشیا میں ہے۔ ایک خود پسندی دوسری ناامیدی۔ ناامید انسان (اللہ تعالیٰ کی) طلب میں سستی کرتا ہے اور خود پسند خود کو طلب سے بے نیاز سمجھتا ہے۔''

عُجب صفاتِ ذمیمہ میں سے ہے، اس کا جنم انسانی دل میں ہوتا ہے اور شیطان اسے پیدا کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔ عُجب میں غرور شامل ہوتا ہے جس کی وجہ سے راہِ فقر کا مسافر توفیقِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس جونہی طالب سے توفیقِ الٰہی کا ہاتھ اٹھتا ہے وہ بربادی میں مبتلا ہونا شروع ہو جاتا ہے جو آخرکار اس کے ذلیل و خوار انجام کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ اس لیے قلب کو خود پسندی سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

عُجب (خود پسندی) سے بچنے کی قرآنِ پاک میں بار بار ترغیب آئی ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں میں عُجب پیدا ہوا کہ آج کافروں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی خود پسندی اچھی نہ لگی اور دورانِ جنگ شکست کے آثار پیدا ہو گئے۔ مگر فوراً ہی مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اُن میں عاجزی آ گئی تو شکست فتح میں بدل گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ۝
(سورۃ توبہ۔25)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی، حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تم میں عُجب پیدا کر دیا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔

غزوہ بدر کے موقع پر قریشِ مکہ بڑے عُجب کے ساتھ مکہ سے نکلے لیکن بدر کے میدان میں عبرتناک شکست کھائی۔ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عمل سے بچنے کی ترغیب فرما رہا ہے:

✦ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ۝ (سورۃ الانفال۔47)

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھاتے ہوئے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ اللہ ہر کام کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

❁ زواجر میں دیلمی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''خود پسندی ایسی بُری بلا ہے کہ اس سے ستر برس کے بہترین عمل برباد ہو جاتے ہیں۔'' (دیلمی)

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اگر تم گناہ نہ کرو تو بھی مجھے تم سے ایک گناہ کا خطرہ یقینی ہے کہ اس میں مبتلا ہو جاؤ گے اور وہ ہے عُجب۔'' (مسند البزار)

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کوئی نعمت عطا کرے مثلاً علم، مال، حسن، شوقِ عبادت، طلبِ مولیٰ اور فقر اور وہ اس کے زائل ہو جانے یا چلے جانے سے خوف کھائے اور ڈرے کہ کہیں یہ نعمت اس سے

واپس نہ لے لی جائے تو ایسا شخص خود پسند نہیں ہوتا۔ اور اگر ڈرے نہ لیکن نعمت کے بارے میں یہ خیال کر کے خوش ہو اور شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو اس نے مجھے عطا فرمائی ہے اور اسے اپنی صفت خیال نہ کرے تو ایسا شخص بھی خود پسند نہ ہوگا لیکن اگر اس نعمت کو اپنی صفت سمجھ کر اترائے اور مغرور ہو تو وہ خود پسند ہوگا۔

غرضیکہ عُجب (اور خود پسندی) ایک فریب ہے جس میں انسان خود ہی اپنے آپ کو مبتلا کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔

ریا کاری

ریا کاری سے مراد دکھاوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا اصل مقصد تو قرب و معرفتِ الٰہی کا حصول ہے تا کہ جو بھی عمل کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور بندے کو اپنا قرب اور معرفت عطا کر دے۔ اگر اس مقصد میں لوگوں کے لئے دکھاوے اور شہرت کی نیت شامل ہو جائے تو وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ رہے گا اور اسے ریا کاری کہا جائے گا۔ عارفین کے نزدیک ریا کاری بہت بڑا گناہ اور حجاب ہے اور یہ شرک کے قریب ہے۔ اخلاصِ نیت سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیا گیا عمل ہی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہے۔ اعمال میں کوئی ذاتی اور نفسانی غرض شامل ہو جائے یا دِل میں یہ احساس پوشیدہ ہو کہ لوگ نیک اور پرہیزگار سمجھیں تو یہ عبادت اور اعمال ریا کاری کا شکار ہو جائیں گے اور ایسی دکھاوے کی عبادت اللہ سے دور لے جائے گی۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ○ (سورۃ النساء۔38)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں

لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ کتنا بُرا ساتھی ہے۔

احادیث مبارکہ میں ریاکاری کو شرکِ اصغر قرار دیا گیا ہے:

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ (مسند احمد بن حنبلؒ 24030)

ترجمہ: حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم لوگوں پر خوف ہے وہ ہے چھوٹا شرک۔'' لوگوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! چھوٹا شرک کیا ہے؟'' تو فرمایا ''ریاکاری''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی ''کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!'' فرمایا ''شرکِ خفی یعنی ایک آدمی نماز پڑھے تو کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز اور سنوار لے۔'' (سنن ابن ماجہ 4204)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے طلب کریں گے۔ وہ لوگوں کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یعنی بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہوں گے)۔ اپنی نرم دِلی ظاہر کرنے کے لئے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دِل بھیڑیوں کے دِل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے فرمائے گا: کیا یہ لوگ میرے مہلت دینے سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کیا یہ لوگ مجھ پر جری ہو گئے ہیں؟ تو مجھ کو میری ہی قسم ہے کہ میں ضرور ضرور ان لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو عقل مند آدمی کو حیرانی میں ڈال دے گا۔'' (جامع ترمذی 2404، مشکوٰۃ المصابیح 5323)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جو

لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لئے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ویسا ہی بدلہ دے گا۔''
(سنن ابن ماجہ)

- حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ جس نے ریا کاری کرتے ہوئے نماز پڑھی یقیناً اس نے شرک کا کام کیا، جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا بے شک اس نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریا کاری کرتے ہوئے صدقہ دیا بلاشبہ اس نے شرک کا کام کیا۔ (مسند احمد بن حنبلؒ 17270)
- حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جو سنانے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے سناوا کرے گا اور جو دکھاوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دکھاوا کرے گا۔''
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ریا کا ادنیٰ مرتبہ بھی شرک ہے۔ جو کوئی اللہ کے کسی دوست سے دشمنی رکھتا ہے وہ (گویا) اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ گمنام متقی زیادہ محبوب ہیں جو اگر غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے (کہ اُن کی کسی کام میں لوگوں کو ضرورت نہ ہو) اور اگر موجود ہوں تو انہیں بلا نا نہیں جاتا نہ پہچانا جاتا ہے۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔'' (سنن ابن ماجہ 3989 ، المستدرک 7933)
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''ریا کفر سے زیادہ بُری خصلت ہے۔''

ریا کی حقیقت اور اقسام

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ خود کو لوگوں کے سامنے پارسا اور نیک ظاہر کیا جائے تا کہ لوگ اس شخص کو زیورِ پارسائی سے آراستہ سمجھیں اور وہ ان میں مقبول و ہر دلعزیز ہو جائے، لوگ اسے محترم و قابلِ تعظیم جانیں اور نگاہِ عزت سے دیکھیں اور اسے اخلاقِ نیک کا نمونہ خیال کریں۔ اس غرض سے وہ شخص ایسے اعمال اختیار کرتا ہے جو بظاہر پارسائی اور دینی بزرگی کی دلیل ہوتے ہیں پس انہی کی

نمائش کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ ایسے اعمال کو پانچ اقسام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- پہلی قسم جسم وصورت سے متعلق ہے یعنی ظاہری و بدنی ہیئت وشکل ایسی بنا لینا کہ نیک لوگوں کی طرح لگنے لگیں مثلاً چہرے کو کسی نہ کسی طریق سے زرد بنا لینا کہ لوگ سمجھیں رات بھر عبادت میں گزری ہے اور سویا بالکل نہیں یا اپنے آپ کو بالکل نحیف ونزار سا بنا لینا کہ لوگ یہی خیال کریں کہ یہ نقاہت وضعف مجاہدہ وریاضت ہی کا نتیجہ ہوگا۔ ہونٹوں کو رگڑ رگڑ کر یا کسی اور طریقے سے خشک رکھنا تاکہ روزہ دار دکھائی دے۔ لوگوں کے سامنے گردن نیچے کیے ہوئے چلنا گویا حالتِ وجد طاری ہے۔ جب ان حربوں کے نتیجے میں لوگوں کا خیال وہی بن جاتا ہے جس کی ریاکار کو خواہش وتمنا ہوتی ہے یعنی خود کو نیک و پارسا ثابت کرنا تو اس کے نفس کو بڑی راحت و مسرت حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ اکثر اسی حلیے میں نظر آتا ہے۔
- ریاکاری کی دوسری قسم لباس اور پہناوے سے متعلق ہے یعنی عمل کے معاملے میں تو صفر ہو لیکن لباس کے ذریعے خود کو نیک ظاہر کرے مثلاً کھردرا، سخت اور غیر ملائم لباس پہننا یا چھوٹے، تنگ اور پھٹے پرانے کپڑے پہننا تاکہ اس پر زاہد ہونے کا گمان گزرے۔ کچھ لوگ صوفیانہ لباس اور اس کے ساتھ مصلیٰ اور گدڑی لیے پھرتے ہیں تاکہ لوگ صوفی سمجھیں چاہے تصوف نام کی کوئی صفت سرے سے ان میں موجود نہ ہو۔

لباس کے اعتبار سے ریاکاروں کے دو گروہ ہیں، ایک تو وہ ہوتے ہیں جو اپنے حلقے اور عام لوگوں میں زاہد ومتقی کہلوانے کیلئے بے قرار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سادہ، بوسیدہ اور عام سا لباس پہنے رکھتے ہیں کہ عام لوگوں میں نیک کہلوانے کا یہی طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کو موسم کے لحاظ سے موٹے یا گرم کپڑے پہننے کو کہیں یا کسی تقریب اور عید وغیرہ کے موقع کی مناسبت سے لباس پہننے کو کہا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہیں گناہ کرنے کو کہہ دیا ہے، یہ بات ان کو سخت ناگوار گزرتی ہے حالانکہ یہ کپڑے حلال ہیں اور ان کا پہننا ممنوع نہیں۔ لیکن اس کا کیا کہیے کہ یوں ان

کی دکانِ زُہد بند ہو جانے کا خدشہ لاحق ہوتا ہے اور لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ زاہد درجۂ زُہد سے گر گیا ہے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو عوام کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کے نزدیک بھی مقبولیت و ہردلعزیزی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بوسیدہ اور پرانا لباس نہیں پہنتے تاکہ حکمرانوں کے نزدیک حقیر و بے وقعت نہ ٹھہریں لیکن تجمل وشوکت سے کام لینے سے عوام کی نظروں میں گر جانے کا کھٹکا بھی لگا رہتا ہے اس لیے وہ ایسا لباس پہنتے ہیں جو قیمتی تو ہو لیکن زیادہ زرق برق نہ ہو تاکہ عوام اسے دیکھ کر ان کے زُہد و پرہیزگاری کے قائل رہیں اور قیمت میں چونکہ وہ امرا کے لباس سے کسی طرح کم نہیں ہوتا اس لیے خواص اور حکمرانوں کو اظہارِ حقارت کا موقع نہیں مل سکتا۔ ایسے لوگوں کو اگر کہا جائے کہ سادہ لباس پہن لو تو یہ بات ان کیلئے نزع کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے خواہ وہ (مجوزہ) لباس ان کے پہنے ہوئے لباس سے کم قیمت اور زیادہ اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ انہیں تو بیک وقت اپنے آپ کو ایک طرف زاہد، نیک اور پرہیزگار ثابت کرنا ہے تو دوسری طرف رئیس و صاحبِ حیثیت۔ شاید ایسے لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مخلوق میں مقبولیت کی تمنا انہیں اللہ کے ہاں کتنا غیر مقبول بنا دے گی اور کیا عجب کہ جانتے ہی ہوں لیکن دِل خوفِ خدا سے گھبراتا ہی نہ ہو۔

تیسری چیز جس میں ریاکاری سے کام لیا جاتا ہے وہ ہے گفتار یعنی طرزِ گفتگو۔ باتیں بہت ہی دھیمے لہجے میں کرنا اور آواز بالکل آہستہ رکھنا تاکہ سننے والوں کو یہی گمان گزرے کہ اس کے دِل میں وقارِ دین کا احساس اتنا گہرا ہے کہ آواز تک دب کر رہ گئی ہے۔ یہ لوگ ہر وقت تسبیح پکڑے ذکر میں مصروف دکھائی دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور لبوں کو یوں ہلاتے رہتے ہیں کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ انہیں تو ذکرِ الٰہی سے کسی وقت فراغت ہی نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ واقعی ذکر کرتے بھی ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ لبوں کو یوں مکارانہ جنبش دینے کی بجائے کیا دِل ہی دِل میں ذکر کرنا ممکن نہیں؟ سو بات یہ ہے کہ ممکن ہے بلکہ دِل میں ذکر کرنا احسن و افضل ہے لیکن پھر لوگوں

کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ حضرت ذکر بھی کیا کرتے ہیں! حالانکہ وہ یہ کام صرف لوگوں کے روبرو ہی کرتے ہیں ورنہ خلوت وتنہائی میں ذکر کا کبھی خیال بھی ان کے دِل سے نہیں گزرتا۔

ان میں سے چند حضرات یوں بھی کرتے ہیں کہ صحابہؓ اور صوفیا کے اقوال و روایات میں سے کچھ باتیں یاد کر لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا علمِ تصوف یا علمِ دین پر آج کسی کو عبور حاصل ہے تو بس انہیں ہی تو ہے۔ جگہ جگہ مختلف لوگوں کے سامنے اپنے محدود علم کو اس مکاری سے دہراتے رہتے ہیں کہ گویا ان کے پاس علم کا بحر ہے اور آج زمانے میں ان کے علم و فضل کا جواب ہی کہاں ہے؟ اور کون ہے جس نے ان کی طرح لاتعداد بزرگانِ دین کی زیارت کی ہو اور سیر وسیاحت میں عمر گزاری ہو!

چوتھی چیز عبادات ہیں جن میں ریاکاری سے کام لیا جاتا ہے مثلاً نماز کا وقت ہونے سے پہلے ہی لوگوں کے سامنے بڑے اہتمام سے نماز کی تیاری کرنے لگتے ہیں یا مسجد میں نماز کے وقت سے بھی پہلے پہنچ کر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ ہر آنے والا نمازی ان کے زُہد کا قائل ہو سکے۔ ایسا ریاکار نماز پڑھتے ہوئے اگر دور سے کسی کو آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو بڑے اہتمام اور خشوع وخضوع سے نماز شروع کر دیتا ہے، گردن آگے کو جھک جاتی ہے اور رکوع، سجود اور قیام طویل تر ہو جاتے ہیں۔ صدقہ وخیرات کرنا ہو تو لوگوں کے سامنے دیتا ہے تاکہ خوب تشہیر ہو جائے۔ اسی طرح ہر عبادت میں ایسی ہی نمود ونمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

پانچواں ریاکارانہ عمل یہ ہے کہ لوگوں پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ میرے شاگردوں، پیروکاروں یا مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور معتقدین کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ بڑے بڑے رئیس اور جاگیردار مجھے سلام کرنے حاضر ہوتے ہیں اور اسے اپنے لیے باعثِ برکت وسعادت تصور کرتے ہیں۔ مشائخِ زمانہ میرا احترام کرتے ہیں اور مجھے بہت بڑا عالم سمجھتے ہیں، ہر اہم معاملے میں میری رائے کو فوقیت دی جاتی ہے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ تحسین و تعظیم کی طلب اگر ایسی چیزوں کے ذریعے کی جائے جن کا تعلق عبادات سے نہ ہو تو یہ مباح ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اچھے کپڑے زیبِ تن کرتا ہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ اس سے مقصود اظہارِ آراستگی و جمال ہوتا ہے نہ کہ پارسائی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علمِ لغت، نحو، حساب اور طب وغیرہ کے بارے میں یا کسی بھی علم کے بارے میں جو دین اور عبادات سے متعلق نہ ہو، اپنی علمیت و فضیلت کا اظہار کرے تو یہ ریا ہوتے ہوئے بھی جائز ہے کیونکہ ریا ہوتی ہی طلبِ جاہ کے لئے ہے اور طلبِ جاہ اگر حد سے نہ بڑھے تو مباح ہے البتہ دین اور عبادات کے معاملے میں مطلق حرام ہے۔

الغرض ریاکار کا کوئی عمل یا عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ یہی عمل اور عبادت وبالِ جان بن جاتی ہے اور خاص کر ''راہِ فقر'' میں جو طالب ''ریاکاری'' میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ اسے دین دنیا دونوں جہانوں میں ''روسیاہ'' کر دیتی ہے۔

غصہ

منفی جذبات کے شدید اظہار کا نام غصہ ہے اور یہ دل و دماغ دونوں میں پیدا ہوتا ہے۔ غصہ کی اصل آگ ہے اور اس کی نسبت شیطان سے ہے کیونکہ شیطان کو آگ سے تخلیق کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ آگ شدت، اضطراب اور بےقراری کی علامت ہے جبکہ مٹی کا وصف سکون ہے۔ جس پر غصہ حاوی ہو جاتا ہے شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور اس کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ شیطان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب غصہ آئے تو اس کو قابو میں رکھنا چاہیے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ غصہ انسان میں اس لیے پیدا کیا گیا کہ وہ اس کا ہتھیار بن جائے تاکہ وہ اس کے ذریعے باطن کے مضمرات اور خطرات کو دور کر سکے اور برائی کو کچل سکے جبکہ خواہش

کواس لیے پیدا کیا گیا کہ جو چیز احسن ہو اس کو اپنی طرف کھینچ لے۔ انسان کا ان دو چیزوں سے گریز ناممکن ہے لیکن جب ان میں افراط پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خطرناک ہے۔ غصہ آگ کی مانند ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور اس کا دھواں دماغ تک پہنچتا ہے جو عقل کے محل کو تاریک کر دیتا ہے تاکہ عقل کوئی اچھی اور مثبت بات نہ سوچ سکے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک غار میں اتنا دھواں پیدا ہو جائے کہ اس کے اندر کچھ نظر نہ آئے۔ یہ بہت ہی خرابی کی بات ہے کیونکہ اس حالت میں انسان جو کچھ کہے یا کرے گا بے سوچے سمجھے کہے اور کرے گا پھر بعد میں اس پر پچھتائے گا۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ غصہ عقل کے حق میں شیطان ہے۔ اس کا بالکل کم ہو جانا بھی اچھا نہیں ہے کہ عزت اور دین کی حفاظت کے لیے قتال اور کافروں سے جنگ وجدال اسی جذبہ کی بدولت ہو سکتا ہے۔ غصہ میں نہ افراط ہو نہ تفریط بلکہ اعتدال ہو اور عقل و دین کے حکم کے مطابق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غصہ کو بالکل نیست و نابود کیا جا سکتا ہے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ غصہ تو برائی کے خلاف ایک ہتھیار ہے جس سے گریز ناممکن ہے۔ غصہ کا نابود ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح شہوت کا نابود ہونا ناممکن ہے لیکن جس طرح شہوت کی تسکین کے حصول کی شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے اور اگر خواہش اس سے آگے بڑھے تو ضبط کرنے کا حکم ہے اسی طرح اگر غصہ حدِ اعتدال سے گزرنے لگے اور عقل سلب ہونے کا خطرہ ہو تو غصہ کو پی جانے یا برداشت کرنے کا حکم ہے۔ غصے کی حالت میں کیے گئے فیصلے ہمیشہ غلط ہی ثابت ہوتے ہیں۔ غصہ کو اس طرح قابو میں رکھنا چاہیے کہ آپے سے باہر نہ ہو جائے اور عقل و شرع کے اندر رہے۔

راہِ فقر کے مسافروں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ غصے سے بچتے ہیں۔ ان کی اس صفت کو قرآنِ حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

◆ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۃ آلِ عمران۔134)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں خوشحالی میں اور تنگی میں (بھی) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر غصے کے وقت معاف کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

◆ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ○

(سورۃ الشوریٰ۔37)

ترجمہ: اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آ جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

بغض اور کینہ

کینہ کا مطلب دشمنی کو دل میں چھپا کر رکھنا ہے۔ پوشیدہ دشمن ظاہری دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کسی کے خلاف دل میں انتقامی جذبہ رکھنا جبکہ وہ قصوروار بھی نہ ہو ایک طرح سے منافقت ہے، یہی بیماری بغض اور کینہ کہلاتی ہے۔ یہ ایسی نفسانی بیماری ہے جس سے دین اور ایمان خراب ہو جاتا ہے، عبادت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور دل کی پاکی جاتی رہتی ہے۔ راہِ فقر میں تو یہ بیماری طالب کا سفر ہی الٹا کر دیتی ہے کیونکہ بغض و کینہ اس کو اللہ سے غافل کر دیتا ہے اور وہ وقت جو طالب کو تلاشِ حق میں یا عشقِ حق میں لگانا چاہیے وہ انتقام کے منصوبے سوچنے کی نذر ہو جاتا ہے۔ تزکیۂ نفس کا مقصد ہی انسان کو باطنی اور ظاہری بُرائیوں سے پاک کرنا ہے اس لیے جو طالب دل میں بغض اور کینہ کو جگہ دیئے رکھے گا اس کا تزکیہ کیسے ہوگا اور وہ راہِ فقر کی منازل کیسے طے کرے گا؟ بغض اور کینہ شفقت، محبت، رحم اور عفو کی ضد ہے۔ اگر دل سے بغض اور کینہ ختم ہو جائے تو دل میں شفقت، محبت، رحم اور عفو کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ یہ مثبت تبدیلی مرشد کامل کی صحبت اور اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

عموماً کینہ اُن لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جو کسی کمزوری کی وجہ سے بدلہ لینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اس لیے دل ہی دل میں بغض کو فروغ دیتے رہتے ہیں۔ کینہ پرور ہمیشہ انتقام کے لیے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ بعض اوقات تو اس کی شدت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ دشمن کے مرنے کے بعد اس کی اولاد سے بدلہ لینے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

کینہ کی علامات یہ ہیں کہ کینہ پرور کو جس سے کینہ ہوگا اسے سلام کرنا چھوڑ دے گا اور جب غلبہ بڑھ جائے گا تو اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دے گا یہاں تک کہ اس کے ساتھ نماز میں بھی شریک نہ ہوگا، اس کی خوشی پر غمگین اور اس کے غم پر خوش ہوگا، اسے حقارت کی نظر سے دیکھے گا، اس پر زبان دراز کرے گا اور غیبت، جھوٹ اور فحش کلامی سے اس کے بھیدوں کو ظاہر کرے گا۔ حتیٰ کہ اس کے اقربا سے بھی دشمنی رکھے گا اور اگر ان پر غلبہ پالے گا تو کبھی معاف نہیں کرے گا، مارے گا یا ستائے گا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے گا۔

قرآنِ مجید میں کینہ اور بغض رکھنے والوں سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے:

◆ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ O (سورۃ آلِ عمران۔118)

ترجمہ: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا محرم راز مت بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری بُرائی سے فائدہ اٹھانے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں ایذا پہنچے۔ ان کے دل کا بغض ان کی زبانوں سے ظاہر ہو گیا ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی شدید ہے۔ ہم نے تمہیں کھول کر بیان کر دیا ہے اگر تم عقل والے ہو۔

◆ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ O (سورۃ بروج۔8)

ترجمہ: اور ان کو مومنوں سے اس بات کا کینہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں جو غالب اور قابلِ

حمد ہے۔

◆ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ۔64)

ترجمہ: اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) جو آپ پر آپ کے ربّ کی طرف سے اترا ہے اس سے ان میں شرارت اور انکار بڑھے گا اور ہم نے ان میں قیامت تک عداوت و بغض کو فروغ دے دیا ہے۔ جب وہ لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

◆ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (سورۃ الممتحنہ۔4)

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور اُن کے ساتھیوں کا اسوۂ حسنہ بہترین ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم انہیں نہیں مانتے۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان نہ لاؤ۔

ان احادیث مبارکہ میں بھی کینہ اور بغض کی سخت مذمت اور ممانعت کی گئی ہے:

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (صحیح مسلم 6540)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''لوگوں

کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں ہر ہفتہ دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کے روز۔ پس ہر بندے کو بخش دیا جاتا ہے ماسوائے مشرک اور اس آدمی کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو۔'' (صحیح مسلم 6546)

❁ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''نصف شعبان کی شب اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں پر) نظرِ رحمت فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے لیکن مشرک اور کینہ پرور نہیں بخشا جاتا۔'' (سنن ابن ماجہ 1390)

بُخل (کنجوسی)

ضرورت کے مطابق مال خرچ نہ کرنا اور بچا بچا کر رکھنا بُخل ہے اور بُخل کرنے والے کو بخیل (کنجوس) کہا جاتا ہے۔ بُخل دل میں مال کی محبت کی شدت کی علامت ہے اور مال کی محبت ہی قربِ الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ مال کی محبت دل و دماغ کو اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں جانے دیتی۔ بخیل ہر وقت اسی خیال اور سوچ میں رہتا ہے کہ مال کو کس طرح حاصل کیا جائے اور کیسے بچایا جائے۔ بُخل سخاوت کی ضد ہے، سخی اللہ کا حبیب ہوتا ہے اور بخیل اللہ کا دشمن خواہ وہ زاہد و عابد ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تول تول کر دیتا ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے زیادہ رزق اور مال عطا کیا ہے وہ اُسے اپنی ذات پر، اہلِ خانہ پر، عزیز و اقربا پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں نہ کہ جمع کر کے رکھتے جائیں۔

دولت کو اکٹھا کرنا اور دولت کے ڈھیر لگا دینا، اس میں بخیل کو بظاہر بڑے فائدے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ فائدے نہیں بلکہ نقصان ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ دولت جمع کرنے سے

امیر ہو جائے گا اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے گا مگر اس کی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ وہ ساری زندگی دولت جمع کرتا رہتا ہے اور خود اپنے اوپر بھی خرچ نہیں کرتا حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی ساری زندگی کی محنت و مشقت سے اکٹھی کی ہوئی دولت سے دوسرے عیش کرتے ہیں۔ بخیل مال کو اکٹھا کر لیتا ہے لیکن اس کا سکھ حاصل نہیں کر پاتا۔ بُخل اس کے لیے کئی دوسرے دکھوں اور مصیبتوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ اس کی سوچ ہر وقت دولت کو اکٹھا کرنے پر مرکوز رہتی ہے اس لیے وہ اسے اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کی ضرورتوں اور خوشیوں پر بھی خرچ نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ سب اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ دولت جمع کرنے کی دھن میں حرام و حلال کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے اور جب وہ ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مزید پریشانیوں میں گھر جاتا ہے۔ دولت کی کثرت تو ویسے بھی پریشانیاں اور مصیبتیں لاتی ہے اور اگر حرام طریقے سے کمائی ہو تو مصیبتوں کی انتہا ہو جاتی ہے جیسے کہ بیماریاں، نافرمان اور نالائق اولاد، جھگڑے اور مقدمے وغیرہ۔

حق تو یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی محبت کو پسِ پشت ڈال کر اللہ کی محبت دل میں بسائی جائے۔ مگر بخیل دولت سے محبت رکھتا ہے اور اس کے دل میں دولتِ دنیا نے ڈیرا لگایا ہوتا ہے اس لیے اس دل میں اللہ کی محبت کیسے آ سکتی ہے جہاں دولت کی محبت ہو۔

جس دل میں اللہ کی محبت آ جاتی ہے وہ دل سخاوت کا گھر بن جاتا ہے اس لیے اللہ کے بندے بڑے سخی ہوتے ہیں۔ اُن کا توکل اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرتا ہے۔ راہِ فقر بُخل کی نہیں سخاوت کی راہ ہے، اللہ تعالیٰ بخیل کو نہیں بلکہ سخی کو پسند کرتا ہے۔ سخاوت کرنے سے مال میں برکت آتی ہے اور بُخل سے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

بُخل شر ہے اور صفاتِ ذمیمہ ورذیلہ میں شامل ہے اس لیے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اسے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے:

◆ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (سورۃ آلِ عمران۔180)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال انہیں عطا فرمایا ہے، جو لوگ اس میں بُخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس بُخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ بُخل تو ان کے لیے شر ہے۔ وہ مال جس میں وہ بُخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

◆ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ (سورۃ محمد۔38)

ترجمہ: خبردار! جب تم کو بلایا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو سو تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بُخل کرتے ہیں اور جو کوئی بُخل کرے وہ اپنی جان پر بُخل کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔ اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

◆ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (سورۃ النساء۔37)

ترجمہ: جو لوگ بُخل کریں اور لوگوں کو بُخل کرنے کا حکم دیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذِلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

◆ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (سورۃ حدید۔24)

ترجمہ: اور جو لوگ خود بھی بُخل کریں اور دوسروں کو بُخل کرنے کا حکم دیں اور جو (احکامِ الٰہی سے) منہ

پھیریں تو بیشک اللہ بے نیاز اور قابلِ حمد ہے۔

◆ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل۔100)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) فرما دیجیے کہ اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی خرچ ہونے کے خوف سے روک لیتے اور انسان بڑا ہی کنجوس (بخیل) ہے۔

◆ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ التغابن۔16)

ترجمہ: اللہ سے ڈرو، سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ جو اپنے آپ کو بُخل سے بچائے گا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔

قیامت کے دن بخیلوں کو شدید عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ (سورۃ الھمزہ 4-2)

ترجمہ: (خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لیے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ اسے زندہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ (یعنی چورا چورا کر دینے والی آگ) میں پھینک دیا جائے گا۔

◆ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝ (سورۃ اللیل 11-8)

ترجمہ: جس نے بُخل کیا اور بے پرواہ بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا پس بہت جلد اس کے لیے دشواری ہوگی۔ جب وہ ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔

◆ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (سورۃ توبہ 35-34)

ترجمہ: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ جس دن (ان کا جمع شدہ) مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے بُخل سے جمع کیا اب اسے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی بُخل کی بہت مذمت کی گئی ہے۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس کا اجر عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف فرما دے۔'' (صحیح بخاری 1442)

- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''دو خصلتیں ایک مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، بُخل اور بد خلقی۔'' (جامع ترمذی 1962)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہ ہے اور ان کے ہاتھ چھاتیوں اور گردنوں کے ساتھ باندھ دیئے گئے ہیں۔ پس صدقہ کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں اور بخیل جب بُخل کرتا ہے تو زِرہ سکڑ جاتی ہے اور اس کے حلقے اپنی جگہ تنگ ہو جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری 5299)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''سخاوت جنت کا ایک درخت ہے۔ سخی (جب سخاوت کرتا ہے تو) اس کی شاخیں پکڑ لیتا ہے اور یہ

شاخیں اس کو جنت میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گی۔ اسی طرح بُخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے۔ پس بخیل (جب بخل کرتا ہے تو) اس کی شاخوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ شاخیں اس کو دوزخ میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑیں گی۔'' (مشکوٰۃ المصابیح 1886)

بُخل ایسی باطنی بیماری ہے جو انسان کو اللہ سے اور انسانیت سے دور کر دیتی ہے اور بخیل انسان لوگوں کی نفرت اور اللہ کی ناراضگی کا نشانہ بنتا ہے۔

غیبت اور بہتان

غیبت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اسے ایسے بُرے الفاظ یا القاب سے یاد کیا جائے یا اس کی بُرائی اور بدخوئی کی جائے کہ اگر یہی اس کے سامنے کہا جائے تو وہ بُرا منائے اور اس کے دل کو دکھ پہنچے۔ جو بُرائی بیان کی گئی ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بُرائی اور نقص موجود نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔ غیبت بہت مہلک باطنی بیماری ہے کیونکہ اس سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۚ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۃ الحجرات۔12)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں تجسّس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ (اگر کوئی ایسا کرے) تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تم اپنے بھائی کی وہ (ناپسندیدہ) بات کہو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور جب وہ بات کہو جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔'' (سنن ابوداؤد 4874)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: غیبت سے بچو کیونکہ غیبت کرنے والے پر پانچ عذاب نازل ہوتے ہیں:

1۔ اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔

2۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

3۔ اس کی عبادت اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

4۔ قیامت کے دن اس کا منہ اس کی پشت کی طرف ہوگا۔

5۔ قیامت کے دن وہ شخص فرعون اور شداد کے ساتھ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا ''اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔'' عرض کی گئی ''اگر وہ بُرائی میرے بھائی میں موجود ہو جو کہ میں کہہ رہا ہوں؟'' فرمایا ''جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ بُرائی موجود ہے تو غیبت ہوئی اور اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے۔'' (صحیح مسلم 6593)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب مجھے معراج کی شب آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے وہ

لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی غیبت کرتے) اور ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔‘‘ (سنن ابوداؤد 4878)

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’اے لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو (یعنی ابھی اقرار باللسان کیا ہے) لیکن ایمان تمہارے قلوب کے اندر داخل نہیں ہوا (یعنی تصدیقِ قلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے) نہ مسلمانوں کی غیبت کرو اور نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کی تلاش کرے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب تلاش کرے گا اسے اس کے گھر ہی کے اندر رسوا کر دے گا۔‘‘ (مسند احمد بن حنبلؒ 20014)

جھوٹ

جھوٹ کا مطلب غلط بیانی اور دروغ گوئی ہے یعنی بات اصل میں اس طرح نہیں ہوتی جس طرح بیان کی جاتی ہے۔ یہ زبان اور عمل دونوں سے ممکن ہے۔ جھوٹ کی بیماری پہلے باطن میں جنم لیتی ہے اور پھر زبان یا عمل اس کا اظہار کرتے ہیں۔ جھوٹ سے بے شمار مزید بُرائیاں اور خرابیاں جنم لیتی ہیں اور یہ ام الخبائث ہے۔ جھوٹ بولنے سے اللہ کی رحمت سے دوری ہوتی ہے اور جھوٹا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی روزی سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جھوٹ غم و فکر پیدا کرتا ہے، جھوٹ دل کو سیاہ کرتا ہے، جھوٹ سے گھر میں برکت ختم ہو جاتی ہے، جھوٹ سے غفلت پیدا ہوتی ہے، جھوٹ سے نفاق، جھگڑا، فساد، نفرت، بغض، کینہ اور منافرت پھیلتی ہے۔

راہِ فقر پر گامزن طالبِ مولیٰ کا اللہ تعالیٰ سے پہلا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا خواہ اس کے لیے کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں کیونکہ سچائی (حق) کے راستہ پر چلنا اگرچہ مشکل ہے لیکن کامیابی صرف سچائی کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ جھوٹ کو

دنیا میں کبھی بھی عروج اور کامیابی نہیں ملی، آخرکار کامیابی سچ کے ہی حصہ میں آتی ہے۔ جھوٹے شخص کو سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس سے ہدایت اٹھا لیتا ہے اور آخرت میں اسے دردناک عذاب دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○ (سورۃ الزمر۔3)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے کو ہدایت نہیں دیتا۔

- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○ (سورۃ المومن۔28)

ترجمہ: بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے باہر نکلنے والا جھوٹا ہے۔

- وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ (سورۃ الزمر۔60)

ترجمہ: اور جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا متکبروں کے لیے جہنم کا ٹھکانہ کافی نہیں ہے۔

- فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ۔10)

ترجمہ: ان کے دلوں میں مرض ہے تو اللہ نے ان کے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

- وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (سورۃ الانعام۔21)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا؟ بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔

حق کو چھپانا بھی جھوٹ کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ یہودیوں کے متعلق روایت ہے کہ وہ حق کو

چھپا کر تورات کی آیات کی جھوٹی تاویلات کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ۔146)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلاشبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور یقیناً انہی میں سے ایک طبقہ حق کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔

◆ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ (سورۃ المائدہ۔15)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تشریف لائے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی ایسی باتیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے ہو۔

- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جھوٹ دراصل منافقت کا ہی ایک حصہ ہے۔'' (احیاء العلوم جلد 3)
- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ 1)
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو نقل کر دے۔'' (صحیح مسلم 7)
- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''صدق کو لازم کر لو کیونکہ سچائی (صدق) حق کی طرف لے جاتی ہے اور حق جنت کا راستہ دکھاتا ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے (اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک

صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے (اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے) یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم 6637)

- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتہ اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی 1972)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کوئی بندہ مومن ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ 8615)

- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مومن ہر طرح کی خصلت پر پیدا ہوسکتا ہے مگر جھوٹ اور خیانت پر پیدا نہیں ہوسکتا۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ 22523)

راہِ فقر پر صرف صدیق اور سچے طالب کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جھوٹا تو ولی اللہ بن ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق ہی کو پسند کرتا ہے اور سچے لوگوں کا تعلق حق سے ہوتا ہے۔ سچ سے ہی اللہ کے بندے ظاہر ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو اللہ کا بندہ کون کہتا ہے! اللہ تعالیٰ ہر طرح کے جھوٹ سے بچائے۔

بدگمانی

سوئے ظن یعنی بدگمانی ''خنّاس'' کے وسوسہ سے پیدا ہونے والی ایسی بیماری ہے جس میں مبتلا شخص کا سکونِ قلب غارت ہو جاتا ہے۔ بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بلاوجہ اپنے دِل میں کسی

دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں کسی ایسے گمان کو جگہ دے جو اس کی دیانت، شہرت، نیکی اور شرافت کے لیے سمِ قاتل ہو اور جس کی بنا پر وہ شخص معصوم سے مجرم، صالح سے طالح اور خوش بخت سے بد بخت بن جائے۔ بدگمانی کے اظہار سے اس شخص کے خلاف کوئی ایسا طوفانِ بدتمیزی جنم لے لے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کی پارسائی اور تقویٰ کی کوئی حیثیت نہ رہے۔

بدگمانی یا سوئے ظن بظاہر معمولی سی برائی یا مرض دکھائی دیتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بہت سی خرابیوں کی اساس ہے۔ کسی بھی گھر، معاشرے، ادارے اور سوسائٹی کی تباہی میں بدگمانی بہت خطرناک کردار ادا کرتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (سورۃ الفتح۔12)

ترجمہ: تم نے ایک دوسرے کے بارے میں برا گمان رکھا اور تم برباد ہونے والی ہی قوم تھے۔

قرآنِ مجید میں اللہ نے بڑے واضح انداز میں اس بیماری سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

◆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
(سورۃ الحجرات۔12)

ترجمہ: اے ایمان والو! گمان سے بہت زیادہ کام نہ لیا کرو یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سے بے بنیاد کوئی چیز نہیں۔ (موطا امام مالک)

بدگمانی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کی چند وجوہات ہیں۔ ایک وجہ جذباتیت یا شدید حساسیت ہے۔ بعض اوقات ہمیں جن لوگوں سے بہت زیادہ محبت یا بہت زیادہ دشمنی ہوتی ہے ان کی ادنیٰ ادنیٰ باتیں اور چھوٹے چھوٹے افعال سے بھی بدگمانی ہونے لگتی ہے اور ہم اپنے دشمنوں اور دوستوں کے متعلق ایسے ایسے جھوٹے فرضی خیالات قائم کر لیتے ہیں جن کا حقیقت اور سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات انسان فطری طور پر بدگمانی کے مرض کا شکار ہوتا ہے۔ اس کا آغاز

معمولی باتوں سے ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں متعلقہ فرد ایک طرح کا ذہنی مریض بن جاتا ہے اور اس پر بدگمانی کے مرض کے بالکل اس طرح دورے پڑتے ہیں جس طرح کسی پاگل اور دیوانے شخص پر پاگل پن یا جنون کے اثرات طاری ہوتے ہیں۔ الغرض بدگمانی دوستی کو دشمنی اور دشمنی کو شدید دشمنی میں، محبت کو عداوت میں اور پیار کو بغض میں تبدیل کر دیتی ہے۔

بدگمانی کا منبع کچھ بھی ہو، شدتِ جذبات یا ذہنی مرض، بہر حال اس کے انسانی معاشرے پر انتہائی خوفناک اور مہلک اثرات ہوتے ہیں۔ اِن بدگمانیوں کی وجہ سے ہنستے بستے گھر اجڑ جاتے ہیں، قوموں کی زندگی میں اس کی وجہ سے تباہی اور بربادی کے خوفناک طوفان اُمڈ آتے ہیں اور اس کے راستے میں آنے والی ہر چیز تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ بدگمانی کے نتیجے میں جنت نظیر ماحول جہنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

بدگمانی کے بطن سے غیبت، ٹوہ لگانا، بغض اور چغل خوری جیسی بدعادات جنم لیتی ہیں اور عیوب تلاش کرنے کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

تجسّس یا جاسوسی کرنا

جب گمان کو بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے تو بدگمانیاں غالب آنے لگتی ہیں اور تجسّس، کریدنے، جاسوسی کرنے اور ٹوہ لگانے کے ذریعہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بیماری جنم لیتی ہے۔ بدگمان شخص اپنی اصلاح سے غافل ہو کر ہر لمحہ دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ٹوہ لگانے سے منع فرمایا گیا ہے:

- وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (سورۃ الحجرات۔12)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے بارے میں تجسّس نہ کیا کرو (ٹوہ نہ لگاؤ) اور نہ کوئی کسی کی غیبت

کرے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’اے لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو (یعنی ابھی اقرار باللسان کیا ہے) لیکن ایمان تمہارے قلوب کے اندر داخل نہیں ہوا (یعنی تصدیقِ قلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے) نہ مسلمانوں کی غیبت کرو اور نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کی تلاش کرے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب تلاش کرے گا اسے اس کے گھر ہی کے اندر رسوا کر دے گا۔‘‘ (مسند احمد بن حنبلؒ 20014)

ٹوہ میں رہنے اور کان لگانے سے احتراز کرو۔ (موطا امام مالک)

جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ 2544)

جس نے کسی مومن کا مخفی عیب دیکھ لیا اور پھر اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسا ہے جس طرح کسی نے زندہ درگور کی ہوئی بچی کو زندہ کر دیا۔ (مسند احمد بن حنبلؒ 17530)

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بجائے اپنا محاسبہ نفس کرتا ہے اور اپنے عیب اور کوتاہیاں تلاش کر کے اُنہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بُرے بندے نوں لبھن ٹُریا تے بُرا لبھا نہ کوئی
جد میں اندر جھاتی پائی میرے توں بُرا نہ کوئی

ترجمہ: میں بُرے انسان کی تلاش میں نکلا تو دنیا میں مجھے کوئی بُرا نظر نہ آیا لیکن جب میں نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے بُرا تو اس دنیا میں کوئی موجود ہی نہیں ہے۔

یاد رکھیں جو دوسروں کے عیب تلاش کر کے ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں سے پردہ اٹھا کر

اُسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

چغل خوری

بدگمانی کے شکار آدمی کی سب سوچیں چونکہ دوسروں کو بُرا سمجھنے کے گرد گھومتی ہیں اس لیے اسے ہر وہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ شخص اچھا لگتا ہے جو اس کی سوچ کی تقویت کا باعث ہو اور اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ یہیں سے چغل خوری کو راہ ملتی ہے۔ چنانچہ چغل خور اپنی کسی رنجش، مفاد یا حماقت کے تحت چغلیاں لگا لگا کر بدگمانی کا الاؤ تیز کرنے کے لیے لکڑیاں اور تیل مہیا کرتا ہے۔ چغلی بہت ہی مذموم عادت ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

◆ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍۢ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝

(سورۃ القلم 13-11)

ترجمہ: (جو) طعنہ زن عیب جو (ہے اور) لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ (جو) بھلائی کے کام سے روکنے والا بخیل، حد سے بڑھنے والا سرکش (اور) سخت گنہگار ہے۔ (جو) بدمزاج دُرشت خو ہے، مزید برآں بداصل (بھی) ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں ''زَنِيمٍ'' سے مراد وہ شخص ہے جو ولد الزنا ہو اور بات چھپا تا نہ ہو۔ یعنی جو شخص بات مخفی نہیں رکھتا اور چغل خوری کرتا ہے اس کا یہ فعل اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ولد الزنا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

◆ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (سورۃ الھمزۃ۔1)

ترجمہ: ہر اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پسِ پشت) عیب

جوئی کرنے والا ہے۔

ایک تشریح کے مطابق اس آیت میں ''هُمَزَةٍ'' سے مراد چغل خور ہے۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

- لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ (صحیح مسلم 290)

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث نمبر 4823 میں اسی حدیث میں نَمَّامٌ کی بجائے قَتَّاتٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور قَتَّاتٌ کے معنی بھی چغل خور یا چھپ چھپ کر باتیں سننے والے کے ہیں۔

- ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا ''کیا تمہیں بدترین انسان کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟'' صحابہؓ نے عرض کیا ''جی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ چغل خور لوگ ہیں جو پیارے دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ 28151)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

- چغل خوری، بدزبانی اور متکبرانہ ہٹ دھرمی و ناجائز طرف داری دوزخ میں لے جانے والے کام ہیں۔
- قیامت کے دِن دورُخا چغل خور سب سے بدتر ہوگا جو ایک شخص کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرا چہرہ لے کر جاتا ہے۔ قیامت کے دِن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تم میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند وہ ہے جو اچھے اخلاق والا، نرم مزاج، تعاون کرنے والا، الفت اور محبت سے پیش آنے والا ہے اور تم میں سے بدترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو چغلی کرے، مسلمان

بھائیوں میں تفریق پیدا کرے اور پاکباز لوگوں کی برائیاں تلاش کرے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ آٹھ قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جن میں سے ایک چغل خور ہے۔

حضرت امام غزالیؒ مکاشفۃ القلوب میں ایک روایت میں درج فرماتے ہیں کہ جب چغل خور کی اصلیت ظاہر ہو جائے تو وہ یتیم سے زیادہ ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے۔

چغل خور کا طریقہ

- کسی کی ٹوہ لگا کر اور عیب کرید کرید کر اس میں خود اضافہ کر کے لوگوں کو بتاتا ہے اور ان کے دِلوں میں نفرت پیدا کر کے بدظن کرتا ہے۔
- قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا ہے۔
- یاد رکھیں سب سے خطرناک سچ وہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ شامل کر دیا جائے یا واقعہ اور بات کا رخ بدل دیا جائے۔ چغل خور کا یہ بھی طریقہ واردات ہوتا ہے۔
- دوُرخا چغل خور وہ ہوتا ہے جو دو اشخاص یا دو گروہوں کے درمیان عداوت اس طرح ڈالتا ہے کہ دونوں طرف اُسے اپنا دوست سمجھا جاتا ہے اور اس پر اعتبار کیا جاتا ہے لیکن چغل خور اصل میں دونوں سے مخلص نہیں ہوتا، اس کا مقصد دونوں کی تباہی ہوتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں چغل خوری کا مرض اس قدر بڑھ چکا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر اور خاندان اس کی ہلاکت آفرینی سے محفوظ ہو، ساس بہو کے اختلافات اور خاندانوں کے دیگر جھگڑے اور فساد اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرد حضرات بالعموم اور خواتین بالخصوص اس روحانی مرض کا شکار ہوتی ہیں۔ گھروں، دفتروں، خاندانوں اور خصوصاً راہِ فقر میں بدگمانی، عیب

جوئی اور چغل خوری بہت خرابیاں پیدا کرتی ہے۔ راہِ فقر کے سالکوں کو اس مرض سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ شیطان (خواہ انسانی شکل میں ہو یا جن کی شکل میں) ان کو راہِ حق سے دور کرنے کی زیادہ کوشش کرتا ہے اور ان کو پریشان کر کے اور اُن کی زندگیوں میں زہر گھول کر اسے زیادہ سکون ملتا ہے۔

غفلت

انسان کا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدارِ الٰہی ہے۔ اس مقصد سے بے توجہ اور لاپرواہ رہنا غفلت ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور اس سے بے خبر رہتا ہے وہ غافل ہے۔ راہِ فقر میں غفلت بہت بڑی کوتاہی ہے جس کی وجہ سے طالبِ مولیٰ حق تعالیٰ کی پہچان سے محروم رہتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا طالب ہو اسے غفلت سے نکل کر فوراً راہِ فقر پر گامزن ہو جانا چاہیے کیونکہ جو طالب اللہ کو پہچاننے اور پانے کے لیے کوشش اور جدوجہد نہیں کرے گا وہ اللہ کو کیسے پائے گا؟

غفلت مقصدِ حیات کی دشمن ہے، غفلت لذتِ آشنائی کا حجاب ہے، غفلت ذوق وشوق میں رکاوٹ ہے، غفلت انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈالے رکھتی ہے، غفلت عشقِ حقیقی کی تڑپ پیدا ہونے نہیں دیتی، غفلت چشمِ دل روشن نہیں ہونے دیتی، غفلت شیطان کا اہم ہتھیار ہے۔

آج کل غفلت نے انسان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ دن رات انسان دنیا بنانے کے لیے سوچ و بچار (تفکر) میں مصروف رہتا ہے۔ غفلت انسان کو عباداتِ شریعت کی طرف بھی آنے نہیں دیتی اور جو عباداتِ شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآن) تک پہنچ چکے ہیں وہ اسی میں مگن ہیں، اس سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ ظاہری عبادات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ضرور ہیں لیکن منزل نہیں ہیں۔ جو جہاں پر ہے اسی مقام پر مگن اور غفلت کا شکار ہے۔

ہم اپنے بارے میں، اپنے بیوی بچوں، گھر بار، کاروبار، عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کے بارے میں ہر لمحہ سوچتے اور غور وفکر کرتے رہتے ہیں لیکن کیا ہم نے کبھی مقصدِ حیات کے بارے میں غور کیا ہے؟ چونکہ بندے کی زندگی کا مقصد اللہ کو پانا ہے اس لیے اس مقصد سے غافل رہنا سب سے بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے۔ جو یہ مقصدِ حیات حاصل نہ کر سکا وہ دنیا سے ناکام ونامراد گیا۔

راہِ فقر میں بڑے بڑے طالبِ مولیٰ ابتدا میں بڑی تیزی سے فقر کی منازل طے کر جاتے ہیں مگر پھر غفلت میں ایسے مبتلا ہوتے ہیں کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جب بھی طالب یہ محسوس کرے کہ وہ راہِ فقر میں کسی منزل پر رک گیا ہے تو فوراً غور وفکر کرے اور اس عمل یا غلطی کا کھوج لگائے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوئی ہے، اس کا تدارک کرے اور استقامت سے آہستہ آہستہ راہِ فقر میں اپنا سفر جاری رکھے کیونکہ جلد بازی شیطان کا ہتھیار ہے مومن کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں غفلت پر انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

◆ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔179)

ترجمہ: ہم نے بہت سے انسانوں اور جنوں کو دوزخ ہی کے لیے پیدا کیا ہے، وہ دل (باطن) رکھتے ہوئے بھی (حق کو) نہیں سمجھتے، وہ آنکھیں رکھتے ہیں (لیکن) ان سے (حقیقت) دیکھ نہیں سکتے، ان کے کان ہیں لیکن وہ (حق بات) سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

◆ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۃ یونس 8-7)

ترجمہ: بے شک جو لوگ لقائے الٰہی (دیدارِ الٰہی) پر یقین نہیں رکھتے اور دنیاوی زندگی پر راضی

ہو گئے اور مطمئن ہیں، یہی لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ انہیں ان کے اعمال سمیت دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

◆ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون۔9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا وہی نقصان اٹھانے والا ہو گا۔

◆ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کر و اپنے ربّ کا دِل میں، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے، خفیہ طریقے سے، عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

⊕ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ذِکر اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال (بالترتیب) زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (صحیح بخاری 6407)

✤ اسی حدیث کو حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

جو دم غافل سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ھُو

ترجمہ: جو سانس بھی ذکرِ اللہ سے غفلت میں نکلے وہ کفر ہے۔ یہ بات ہمیں ہمارے مرشد نے سمجھائی ہے۔

طمع و حرص

انسان فطری طور پر حریص اور لالچی ہے کیونکہ اس کی تخلیق میں یہ موجود ہے کہ جو کچھ اس کے پاس

ہوتا ہے وہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا، ہر وقت مزید کی خواہش اس کے دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے۔ حرص، لالچ یا طمع مال و دولت اور جائیداد کی بھی ہوسکتی ہے اور کھانے پینے، حسن، صحت، گھر، عورت، لباس، حکومت یا عہدہ کی بھی ہوسکتی ہے۔ حرص پہلے قلب میں جاگزیں ہوتی ہے اور لالچی انسان کے دل میں ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر صورت میں اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کی خواہش ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ یہی خواہش اسے جائز سے ناجائز ذرائع کی طرف لے جاتی ہے اور مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

طمع کا متضاد قناعت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیا اس پر راضی اور مطمئن ہو جانا۔ فقیر کے لیے قناعت لازم ہے۔ اسے چاہیے کہ ایک دِن یا ایک ماہ سے زائد کا اہتمام نہ کرے، اس سے زائد کی خواہش سے طویل امیدوں کی طرف راغب ہوگا تو قناعت ختم ہو جائے گی اور حرص و طمع جاگ اٹھے گی۔ غنی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا ارشاد ہے:

- طمع کا ترک کرنا فقر ہے اور لوگوں سے ناامید ہونا غنی ہونا ہے۔

جو شخص دوسروں کے مال و دولت سے کوئی امید نہیں رکھتا وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ قناعت میں سکون اور بے نیازی ہے جبکہ طمع میں بے سکونی، بے چینی اور پریشانی ہے۔ لالچ، طمع اور حرص کی مذمت میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

- وَ تَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ (سورۃ الفجر 20-19)

ترجمہ: میراث کے مال کو غبن کی طرح کھا جاتے ہو اور مال کی محبت تم میں طمع کی طرح ہے۔

- اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ التکاثر 3-1)

ترجمہ: تمہیں مال کے لالچ نے غافل بنا رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

طمع یا حرص شیطان کا بہت بڑا آلہ ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کرتا ہے۔اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ پہلے وہ انسان کے دل میں کسی خواہش کو شدت سے ابھارتا ہے، جب یہ خواہش اُس کے دل کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہے تو اسے پورا کرنے کے لیے انسان اللہ کو بھلا کر رات دن ایک کر دیتا ہے۔

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں، مال کی حرص اور عمر کی حرص۔'' (صحیح مسلم 2412)
- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''وہ چکنی اور پھسلا دینے والی چیز جس پر علما کے قدم نہیں ٹھہر سکتے لالچ ہے۔'' (کنز العمال)
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بے شک تم حکومت کے لیے حریص ہو جاؤ گے۔'' (صحیح بخاری 7148)
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جس شخص نے لالچ، غصہ اور نفس کی پیروی سے خود کو بچا لیا اس نے نجات حاصل کر لی۔''

مومن کا وقت اللہ کے بارے میں تفکر کرنے میں گزرتا ہے اور منافق کا سارا وقت حرص و لالچ کی نذر ہو جاتا ہے۔حرص اور لالچ کو حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے راہِ فقر کی بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے کیونکہ فقر تو طلبِ دنیا و عقبیٰ کو چھوڑ کر طلبِ مولیٰ کا سفر ہے اور طلبِ دنیا و عقبیٰ سراسر حرص اور طمع ہے۔جب تک طمع اور لالچ قلب میں جاگزیں رہتا ہے اسمِ اللہ ذات قرار نہیں پکڑتا نہ ہی اللہ کا قرب و معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جس دل پر اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت نہیں ہوتی وہ دل سیاہی، گمراہی، حرص، حسد اور کبر میں ملوث ہو جاتا ہے۔اسی حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا، حرص نے حضرت آدمؑ کو گندم

کا دانہ کھلا کر جنت سے نکلوا دیا تھا اور کبر نے ابلیس کو مرتبۂ عَلَيْهِ لَعْنَتِيْ (اس پر لعنت ہو) تک پہنچا یا۔ جو دل ہوس کا گھر بن جاتا ہے وہ ہمیشہ حرص، حسد، کبر، غرور اور ذلیل دنیا کی پریشانیوں میں گھرا رہتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا وَ الدِّيْنِ لَا يَسْعَانِ فِيْ قَلْبٍ وَاحِدٍ كَالْمَاۤءِ وَ النَّارِ فِيْ اِنَاۤءٍ وَاحِدٍ

ترجمہ: کسی دل میں دین اور دنیا کی محبت اکٹھی نہیں رہ سکتیں جیسے کہ آگ اور پانی ایک برتن میں نہیں رہ سکتے۔ (عین الفقر)

طمع، حرص، حسد، تکبر اور خواہشاتِ نفس حجاب کی مانند ہیں۔ جو ان کو اختیار نہیں کرتے وہ بے حجاب اللہ کو دیکھتے ہیں اور بغیر کسی اعتراض کے اللہ سے کلام میں محو رہتے ہیں جیسے موتی لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں۔ (کلید التوحید کلاں)

دعوتِ فکر

ہم میں صنم پرستی اور پرستش کا مادہ بہت زیادہ ہے شہوات اور خواہشاتِ نفس کی پرستش بھی صنم پرستی یا بت پرستی ہی ہے اور یہ سب سے بڑا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ○ (سورۃ الجاثیہ-23)

ترجمہ: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود (خدا) بنا رکھا ہے۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورۃ الفرقان-43)

ترجمہ: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود (خدا) بنا رکھا ہے۔

اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی، تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دِل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں (بانگِ درا)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نفس کے خلاف جہاد کو ''جہادِ اکبر'' فرمایا ہے۔

پھر قرآنِ پاک میں بھی نفس کی پاکیزگی کو کامیابی قرار دیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سورۃ الاعلیٰ۔14)

ترجمہ: فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (سورۃ الشمس۔9)

ترجمہ: فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔

اور جب نفس کا تزکیہ ہو جائے تو ایسے انسان کا قلب ''قلبِ سلیم'' کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم والے ہی کامیاب ہوں گے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورۃ الشعراء۔89-88)

ترجمہ: قیامت کا دن ایسا دِن ہے کہ اس دِن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔ بلکہ وہاں کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔

اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب تک شہوات اور خواہشاتِ نفس کو دِل سے نکالا نہیں جاتا اللہ تعالیٰ کی ذات دِل میں آ نہیں سکتی اور جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہی دور ہو جائے تو کونسی عبادت قبول ہوگی؟

اور یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ جب دِل میں پیدا ہوتی ہیں انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا:۔

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

محاسبہ نفس مومن کی صفت ہے۔ مومن ہر لمحہ، ہر وقت اپنے نفس کے محاسبہ میں مصروف رہتا ہے کہ اس کے اندر کون کون سی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔ انسان اپنے اندر غور کرے تو اُسے ہر کوتاہی نظر

آ جاتی ہے اوراس کے اندر(باطن) کے متعلق یا تو وہ انسان خود جانتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ۔کوئی تیسرا اس سے باخبر نہیں ہوتا۔ ہم نے نفس کی تمام بیماریوں کوکھول کر بیان کر دیا ہے۔ اب آپ اپنے اندر غور کریں کہ ان میں سے کون کون سی آپ کے اندر موجود ہے۔ ان ناسور کے ہوتے ہوئے عبادات بھی کوئی فائدہ نہیں دیتیں اس لیے تو آج کے دور میں ہماری عبادات اور دعائیں بے اثر ہیں۔ ہم ظاہری طور پر تو عبادات کرتے ہیں لیکن اندر سے ان بیماریوں کی وجہ سے حجاب میں ہیں۔

اگر ہمیں ظاہری طور پر کوئی بیماری ہو جائے، بخار ہو جائے، نزلہ زکام ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر کی طرف علاج کے لیے دوڑتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں میڈیکل چیک اپ اور ٹیسٹوں پر خرچ کرتے ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ سے معاملاتِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑے تو کر لیتے ہیں کتنا لمبا سفر کرنا پڑے، کر لیتے ہیں اور علاج کے لیے وقت بھی نکال لیتے ہیں۔ ہماری تمام مصروفیت ختم ہو جاتی ہے، لیکن کیا ہم نفس اور قلب کی ان بیماریوں کے علاج کے لیے بھی کسی ڈاکٹر یا طبیب کی تلاش میں نکلے ہیں؟ کیا ہم نے ان سے نجات کے لیے بھی وقت نکالا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ظاہری عبادات کرتے کرتے اگر تو سوکھ کر کانٹا ہو جائے اور کمر کبڑی ہو جائے تب بھی ان بیماریوں کا علاج ممکن نہیں۔ اس کے لیے تو کسی طبیب کو ہی تلاش کرنا پڑے گا اور پھر آج کل کے دور میں لوگوں میں سلف صالحین کی طرح سخت محنتوں اور مجاہدوں کی ہمت اور وقت نہیں رہا کہ وہ مجاہدات سے نفسانی بیماریوں سے نجات حاصل کر سکیں اس کے لیے آسان ترین طریقہ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات ہے جو کسی طبیبِ کامل (مرشدِ کامل) سے حاصل ہوا ہو۔ ایسا مرشدِ کامل جو صاحبِ تصور و تصرف اور صاحبِ مسمّٰی اسمِ اللہ ذات ہو۔ کیونکہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو شخص چاہے کہ زریں و اطلس کا لباس پہنے اور عمدہ خوراک کھانے کے باوجود اس کا نفس

مطیع وفرمانبردار رہے، خواہشاتِ دنیا و نفس سے مامون رہے، معصیتِ شیطانی سے محفوظ رہے اور اس کے وجود سے خناس، خرطوم و وسوسہ، وہمات و خطرات خاک و خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ مشقِ تصور سے اپنے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش کرے۔ اس طرح اس کا دل غنی ہو جائے گا اور بے شک وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ جان لے کہ صاحبِ راز مرشد کی نگرانی کے بغیر اگر کوئی ریاضت و تقویٰ نفلی صوم و صلوٰۃ اور چلّہ کشی اور خلوت میں مشغول رہتا ہے تو اس کی یہ ساری محنت محض ہوائے نفس (خواہشاتِ نفس) کی تسکین کی خاطر ہوگی اور اس کی خلوت نشینی وسوسوں اور ریا سے آلودہ رہے گی کیونکہ اُس کی اس عبادت کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ جب تک عارف باللہ مرشد کی تلقین سے اس کے دِل میں اسمِ اللہ ذات کا سورج طلوع نہیں ہوتا اور اس کے نور سے اس کا چراغِ دِل روشن نہیں ہوتا اس کا نفس تو ہرگز تابع نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی مرتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے۔ (محک الفقر کلاں)

عقل منداور اہلِ شعور ہیں وہ لوگ جنہوں نے حق کو پایا، سمجھا اور حق کے راستہ کو اختیار کیا اور اس پر استقامت اختیار کی اور اہلِ ایمان میں سے ہوگئے۔ اور جو دنیا میں مگن اور مقصدِ حیات سے غافل رہے وہ زندگی بھر جانور رہے اور جانور ہی فوت ہوئے۔

تزکیۂ نفس کا سب سے اعلیٰ طریقہ

تزکیۂ نفس کا سب سے اعلیٰ اور ارفع طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تزکیۂ نفس کیا اس سے اعلیٰ طریقہ تزکیۂ نفس کا کوئی اور موجود نہیں ہے۔ اِس کے لیے اِس فقیر کی تصنیف ''تزکیۂ نفس کا نبویؐ طریق'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نفس اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب درمیان سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا اور اس حجاب کو ''نفس کے ناسور'' یا ''روحانی امراض'' کہا جاتا ہے۔ ان روحانی امراض یا نفس کے ناسوروں میں جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، تکبر، ریاکاری، خود پسندی، کینہ، بغض اور شہوات جیسا کہ شہوتِ معدہ، شہوتِ جماع، شہوت عزو شہرت وغیرہ شامل ہیں جن سے نجات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

زیرِ نظر کتاب سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی تصنیفِ مبارکہ ہے جس میں انہوں نے ان روحانی امراض وشہوات کو قرآن وحدیث کے حوالے سے مفصل بیان کیا ہے تاکہ ایک طالبِ مولیٰ ان کے متعلق مکمل علم رکھنے کے بعد ان سے بچاؤ کے لیے کوشش کرے اور ان بیماریوں سے نجات کا عمل ''تزکیۂ نفس'' کہلاتا ہے۔ جس کے لیے مرشد کامل اکمل کی ضرورت ہوتی ہے جو اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور کے ذریعے طالبِ مولیٰ کو ان بیماریوں سے شفا عطا کرتا ہے اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کے قابل بناتا ہے۔

اپنے نفوس وقلوب کو روحانی امراض سے پاک کرنے کے خواہشمند طالبانِ مولیٰ کے لیے یہ کتاب مکمل رہنما ہے۔

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

مسجد زہراؓ و خانقاہ سلطان العاشقین

رنگیل پور شریف براستہ سندر اڈہ ملتان روڈ لاہور، پوسٹل کوڈ 53720

Cell: +92 322 4722766 , +92 323 5436600

www.sultan-ul-ashiqeen.pk

www.sultan-ul-ashiqeen.com

www.sultan-ul-faqr-publications.com

Email: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-2220-53-8

9789692220538

Rs: 350

نفس کے ناسور

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس